© Urdu4U.com

خندہ زن

ڈاکٹر محمد یونس بٹ

۱۹۹۹ء

- فن کی فیکٹری

اداکار محمد علی صاحب کا فرمان ہے کہ ملک میں ہر چیز کی فیکٹری موجود ہے ماسوائے اچھے سیاست دان بنانے کی۔ اب میں اگر کوئی فیکٹری لگاؤں گا تو اچھے سیاست دان بنانے کی۔ محمد علی صاحب کا اچھے سیاست دان والی شرط لگانا دراصل فیکٹری نہ لگانا ہے کیونکہ بندہ اچھا ہوتا ہے یا سیاست دان۔ محمد علی صاحب اب عمر کے اس حصے میں ہیں جس میں بندہ ریما کے پاس جا کر بھی ووٹ ہی مانگتا ہے۔ ہم نے بڑی محنت سے محمد علی صاحب کے بارے میں اچھی رائے بنا رکھی ہے جو ہم نے ان کی فلمیں دیکھ کر بھی تبدیل نہیں کی جیسے کراچی ریڈیو اسٹیشن کے کینٹین والے نے نہیں کی۔ محمد علی صاحب نے ابھی تک اس کا بارہ روپے کا ادھار دینا ہے۔ ایک بار کینٹین والے کے بیٹے کو محمد علی صاحب نے بارہ روپے دینا چاہے تو وہ بولا "آپ کے بارے میں اتنے سال لگا کر ہم نے جو رائے بنائی ہے آپ چاہتے ہیں 12 روپے لے کر ہم وہ بدل دیں۔" وہ بڑے اداکار ہیں، پانچ فٹ نو انچ ہوں گے وہ خود فن کی فیکٹری ہیں جسے بھٹو نے نیشنلائز کر دیا۔ اب تو ڈی نیشنلائزیشن کا دور ہے۔ نیشن تک ڈی نیشنلائز کی جا رہی ہے۔ محمد علی صاحب ان شخصیات میں سے ہیں جن کے بارے میں ان کی زندگی میں ہی یوں باتیں ہوتی ہیں جیسے وہ ماضی کا کوئی کردار ہوں۔ ہالی وڈ کی ایکٹر رائٹر مائے ویسٹ نے کہا ہے کہ کہ جب میں اچھی ہوتی ہوں تو بہترین ہوتی ہوں اور جب بری ہوتی ہیں تو دراصل بہتر ہوتی ہوں۔ ایسے ہی جب وہ فلم میں تھے تو بہتر تھے۔ وہ فن کا خزانہ ہیں جنہیں دیکھ کر نئی نسل پوچھتی ہے کہ یہ خزانہ کہاں سے کھودا۔ نکتہ چینی اور

چینی ان کی صحت کے لئے مضر ہیں۔ ہمیں ان کی فلمیں دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے خاص کرکے اس وقت جب وہ ختم ہونے لگتی ہیں۔ ایک بار ہم اپنے دوست کے ساتھ ان کی فلم دیکھنے سینما گھر گئے' دوران فلم ہم نے دوست سے کہا "دیکھو سامنے والی سیٹ والا شخص سو رہا ہے۔" تو وہ بولا "اتنی سی بات بتانے کے لئے مجھے جگانے کی کیا ضرورت تھی؟" محمد علی صاحب ان اداکاروں میں سے تھے جو اپنی ذاتی بیوی سے محبت کرنے کے بھی پیسے مانگتے اور 54 فلموں میں انہوں نے زیبا سے ایسے ہی محبت کی۔ الزبتھ ٹیلر اپنے خاوند ایڈی فشر کی وفات پر ایسی روئی کہ اس کی پرفارمنس دیکھنے والی تھی۔ محمد علی صاحب نے بھی زندگی کی سب سے اچھی پرفارمنس زیبا کے خاوند کے طور پر دی۔ وہ کہتے ہیں' میں نے رونے کا سین فلمبند کرانے کے لئے کبھی گلیسرین استعمال نہیں کی۔ ایک نوجوان اداکار کہتا ہے میں بھی رونے کے لئے گلیسرین استعمال نہیں کرتا پہلے محمد علی صاحب کی کوئی فلم دیکھ لیتا ہوں۔

صاحب اداکاراؤں کے نالج کا تو یہ حال ہے کہ اداکارہ صاحبہ جنرل نالج کو فوجی جنرل سمجھتی رہی۔ مارلن منرو کے نالج کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ ایک اخبار نے اس سے اس کے والد کا نام پوچھا تو سے وہ بھی یاد نہ آیا۔ لیکن محمد علی صاحب کو علم کا اتنا شوق رہا ہے کہ ہر فلم میں ایف اے ہی کر رہے ہوتے ہیں۔ ویسے بھی اداکار کو اتنا پڑھا لکھا ضرور ہونا چاہیے جتنی کوالیفکیشن فلم کے لئے ضروری ہوتی ہے یعنی کنٹریکٹ پر دستخط کر سکے۔ اسے دلیپ کمار جیسا کتابی بھی نہیں ہونا چاہیے۔ دلیپ کمار صاحب کے گھر میں اتنی کتابیں ہیں کہ لگتا ہے کہ ان کے گھر داخل ہونے کے لئے لائبریری کارڈ دکھانا پڑے۔

فلمی اداکاروں میں اچھے کردار والے لوگ بھی ہوتے ہیں ان میں سے بیشتر نے یہ کردار فلموں میں کئے ہوتے ہیں۔ رنگیلا صاحب نے فلم "انسان اور گدھا" بنائی۔ ہم نے ان سے پوچھا "رنگیلا صاحب! آپ نے اس فلم میں ٹائٹل رول کیا' آپ بتائیں کہ اس

میں انسان کا کردار کس نے کیا تھا؟" ایسے ہی مدیحہ شاہ نے کہا میں فلم ملکہ حسن میں کام کر رہی ہوں۔ تو ایک صحافی بولا "اس میں ملکہ حسن کون رہی ہیں؟"

URDU4U.COM

محمد علی صاحب کا نام فلموں کی کامیابی کی ضمانت ہے پہلے فلمیں اس لئے ہٹ ہو جاتیں کہ ان کی کاسٹ میں محمد علی کا نام ہوتا اب اس لئے ہٹ ہو جاتی ہیں کہ کاسٹ میں ان کا نام نہیں ہوتا۔ ماضی کے اس اداکار کی نئی فلم لگی جس پر سینما کے مالک نے کہا "آپ کی فلم کی وجہ سے سینکڑوں آدمیوں کی جانیں بچ گئیں۔"

"کیسے؟"

سینما کا مالک بولا "وہ ایسے کہ فلم آدھی ہی چلی تھی کہ سینما کی چھت اچانک گر پڑی۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ سینما گھر میں اس وقت صرف دو تین آدمی تھے۔"

جب فلموں کے ساتھ "ضیاء بالجبر" ہوا، سنسر بورڈ کی سیزر چلی اور "سیزیرئین" فلمیں تخلیق ہوئیں ان دنوں فلموں میں بوسہ کیا ہونا تھا ادب میں اسے لوگ (ب و س ہ) لکھتے۔

ویسے بوسہ ایسی چیز ہے جو بچے کو مفت مل جاتی ہے۔ نوجوان کو زبردستی حاصل کرنا پڑتی ہے اور بوڑھے کو خریدنا پڑتی ہے۔ محمد علی صاحب بابرہ شریف کے برابر شریف بننے کے لئے اتنی اونچی ایڑھی استعمال کرنا پڑتی کہ ساتھ محمد علی صاحب کو کھڑا دیکھ کر ہمیں سترہویں صدی کا وینس یاد آ جاتا جب اونچی ایڑھی کے جوتوں کا رواج ہوا تو یہ صورت حال ہو گئی کہ عورتوں کو ادھر ادھر چلنے کے لئے نوکر رکھنا پڑے جو انہیں گرنے سے بچانے کی خدمات سرانجام دیتے۔ فلم میں محمد علی صاحب جس عمر میں کتابیں پکڑ کر کالج جاتے اس عمر کا بندہ کالج جا رہا ہو تو لوگ یہی سمجھتے ہیں استاد پنشن لینے جا رہا ہے۔ ہماری انڈسٹری تو Fooly Wood ہے۔ ہالی وڈ والے تو میک اپ سے کیا سے کیا کر دیتے ہیں ہالی وڈ کے ایک بیوٹی پارلر کے دروازے پر یہ نوٹس لگا ہوا تھا کہ یہاں سے نکلتی ہوئی لڑکی پر کبھی آوازے نہیں کسیں ممکن ہے وہ آپ کی دادی ہو البتہ وہاں اداکاروں کے گھروں میں کوئی چیز پرانی نہیں ہوتی یہاں تک کہ والدین تک

نئے ہوتے ہیں۔ وہاں کے ایک سپر سٹار نے کہا تھا "مجھے اور کیا چاہیے دنیا کا بہترین سر میرے کاندھوں پر ہے اور پھر ہر رات یہ مختلف ہوتا ہے۔" میڈونا کی اداکاری دیکھ کر ایک نقاد نے کہا تھا "اس عورت کے اداکاری کرنے پر پابندی لگا دینا چاہیے۔" لیکن ہمارے لوگ تو اتنے اچھے ہیں کہ انہوں نے یہ بات کبھی کسی سیاست دان کے بارے میں بھی نہیں کی۔ ہماری سیاست میں جو ہو رہا ہے وہ سیاست میں ہی ہو سکتا ہے۔ ایک سیاست دان دوسرے برسراقتدار کے بارے میں کہتا ہے "یہ رشوت خور ہے میں نے کبھی رشوت نہیں لی۔ اب مجھے موقع دیں۔" سیاست دان کے بارے میں یقین سے تب ہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ سچ بول رہا ہے جب وہ یہ کہہ رہا ہو کہ دوسرا سیاست دان جھوٹ بول رہا ہے۔ سچا واقعہ ہے ہمارے ایک ممتاز سیاست دان کے خلاف مقدمہ درج تھا اس دوران انہیں باہر جانا پڑا انہوں نے اپنے وکیل کو ہدایت کی کہ فیصلہ ہوتے ہی مجھے مطلع کرنا وکیل نے فون کرکے ابھی اتنا ہی کہا تھا "بالآخر فتح حق کی ہوئی" تو وہ بولے "فوراً فیصلے کے خلاف اپیل کر دو" عوام کے اتنے کام ہیں کہ انہیں کرنے کے لئے سیاست دانوں کو تین ہاتھ چاہیں۔ لیفٹ ہینڈ' رائٹ ہینڈ اور انڈر ہینڈ۔ ہم سیاست دانوں کو تو کوئی مشورہ نہیں دیتے ایک بار ایک سیاست دان نے کہا "میرے سر میں درد ہے میں کیا کروں؟" ہم نے کہا جب ہمارے دانت میں درد ہوا تھا تب ہم نے تو دانت نکلوا دیا۔ محمد علی صاحب کہتے ہیں "فلم انڈسٹری بہتر تھی اس لئے میں سیاست کی بجائے فلم انڈسٹری میں چلا گیا" شاید اسی لئے بھٹو صاحب فلم انڈسٹری میں نہ گئے۔ ویسے بھی دنیا کے سب سے کامیاب اداکار سیاست میں ہی ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالحق مرحوم کہا کرتے تھے پہلوان' طوائف اور سرکاری افسر کا بڑھاپا بہت خراب ہوتا ہے جبکہ بوڑھا سیاست دان مردہ ہاتھی ہوتا ہے۔ باب ایڈروڈ سے کسی نے پوچھا "سٹیٹس مین کون ہوتا ہے؟" وہ بولے "مردہ سیاست دان" سو صاحب ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں سیاست دان نہیں بہت سے سٹیٹس مین چاہئیں۔

- # شہنشاہ گلہ

URDU4U.COM

جب سے مہدی حسن صاحب نے کہا ہے کہ حکومت ڈاکوؤں اور چوروں کو میرے پاس بھیجے تاکہ میں انہیں موسیقی سنا کر مومن بنادوں تب سے ملک میں ڈاکے اور چوریاں بڑھ سی گئی ہیں جس سے اندازہ لگا لیں لوگ مہدی حسن صاحب کے کس قدر دیوانے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو زیادہ تر "شیر" ہی ہوتے ہیں ان سیاسی شیروں کا انسانوں کے ساتھ جو رویہ ہوتا ہے اس سے واقعی وہ شیر ہی لگتے ہیں لیکن شہنشاہ صرف ایک ہیں' وہ ہیں شہنشاہ غزل جو آج کل گلے کر کر کے شہنشاہ گلہ بنتے جارہے ہیں۔ ویسے بھی آج کل کے حالات میں گلا اچھا ہو نہ ہو گلہ اچھا ہوتا ہے۔ آج کل دنیا میں شہنشاہ کا وہی مقام ہے جو جسم میں اپنڈکس کا ہوتا ہے۔ اور اپنڈکس جونہی اپنی موجودگی کا احساس دلاتی ہے اسے نکالنے کے لئے اپریشن ضروری ہو جاتا ہے۔ بہر حال شہنشاہ غزل کے اس بیان سے یقین ہواہے کہ شہنشاہ چاہے کسی بھی دور کا ہو اس کا سزا دینے کا انداز نرالا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں سلطنت فارس کے بانی شہنشاہ سائرس نے اس دریا کو موت کی سزا سنا دی تھی جس میں اس کا محبوب گھوڑا دریا عبور کرتے ہوئے ڈوب گیا تھا۔ سزا پر عمل درآمد اس طرح کیا گیا کہ دریا کو پاٹ کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ایک ہزار سال بعد اس کا نشان ملا۔ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ غزل نے چوروں ڈاکوؤں کو موسیقی سے مومن بنانے کی جو بات کی ہے اس سے مراد مومن خاں مومن ہو۔

مہدی حسن صاحب قوم کا "سر" مایہ ہیں' ہمیں اس قدر پسند ہیں کہ ہمارے سامنے دنیا کے تمام گلوکار بھی ہوں تو ہم آنکھیں بند کرکے مہدی حسن کو ہی پسند کریں گے' ایک ستم ظریف کے بقول انہیں آنکھیں بند کرکے ہی پسند کیا جا سکتا ہے۔ گاتے ہوئے وہ ایسا منہ بناتے ہیں جیسے کوئی اور گا رہا ہو تو سننے والے بناتے ہیں۔ جب انہوں نے گانا شروع کیا تو ان کی ابتدائی ٹریننگ والد صاحب نے یوں کی کہ انہیں روزانہ کئی میل

کی دوڑ لگوائی جاتی۔ آج کل کے گلوکاروں کی کامیابی کے لئے تو تیز دوڑ کی پریکٹس بہت ضروری ہے ورنہ تو وہ پکڑے جائیں گے۔ مہدی صاحب نے اس خاندان میں آنکھ کھولی جہاں بچہ پہلے کان کھولتا ہے۔ جس عمر میں بچے ایک دوسرے کو چھیڑتے ہیں یہ سر چھیڑتے۔ تب بھی تان اٹھا سکتے تھے جب تان پورہ بھی پورا نہ اٹھا سکتے تھے۔ 9 سال کی عمر میں ان کے لنگوٹیے وہ تھے جن کی لنگوٹی میں خان صاحب کا پورا سوٹ بن جاتا۔ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کی زندگی ہی الٹ گئی یعنی بچپن' جوانی' بزرگی آئی مگر الٹی ترتیب سے۔ خان صاحب سانس بھی سر میں لیتے ہیں کوئی اور ان جیسا نہیں بن سکتا جیسے ایک بچے نے کہا میں بڑا ہو کر نصرت فتح علی خان بنوں گا تو دوسرا بچہ بولا "یہ تم بہت بڑے ہو کر ہی بن سکتے ہو۔" مہدی حسن صاحب کے شاگرد گاتے ہوئے ان جیسا منہ بناتے ہیں سننے والے بھی منہ بناتے ہیں۔ ہوٹل خیابان میں ایک بار وہ پرویز مہدی کو سکھا رہے تھے تو دس فٹ دور پڑا شیشے کا گلاس ٹوٹ گیا۔ تب سے ہوٹل والے خان صاحب کو دیکھتے ہی شیشے کے برتن چھپا لیتے ہیں۔

آسکر وائلڈ نے کہا ہے موسیقی سے متعلقہ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں' وہ چاہتے ہیں دوسرا مکمل طور پر گونگا ہو جبکہ دوسرا چاہتا ہے وہ مکمل طور پر بہرہ ہو۔ آج کل کے BAND MUSIC سن کر تو دل چاہتا ہے یہ MUSIC BANED ہونا چاہیے۔ ایک مشہور میوزک بینڈ کے لیڈنگ سنگر کی ماں نے ایک بار کہا لوگ اسے گانے کے اتنے پیسے دیتے ہیں حالانکہ جب یہ گھر میں گاتا تھا تو میں اسے دس روپے دیتی تھی تو یہ چپ ہو جایا کرتا تھا۔ ویسے بھی نوجوان گلوکار راگوں سے زیادہ "راگنیوں" کا علم رکھتے ہیں۔ بڑے گلوکار پیسے لئے بغیر گاتے نہیں اور چھوٹے گلوکار پیسے لئے بغیر چپ نہیں ہوتے۔ پچھلے دنوں ایک گلوکار ملے' کہنے لگے میرا موسیقی کے بڑے گھرانے سے تعلق ہے۔ واقعی ان کا گھرانہ اتنا بڑا تھا کہ گھر میں چھ بہنیں' چار بھائی اور دو مائیں تھیں۔ بہر حال مہدی حسن صاحب جیسے پاکستان کے مہمان اور مہمان گلوکار نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ ڈاکوؤں اور چوروں کو ان کے پاس بھیج دے' صاحب اگر حکومت نے یہ سب مہدی

حسن کے پاس بھیج دیئے تو پھر حکومت میں کیا رہ جائے گا! ایک مزاح نگار کے بقول ہمارے ہاں جرئم پیشا افراد کی بڑی کم تعداد جیلوں میں ہوتی ہے ان میں سے بیشتر تو

URDU4U.COM

دوبارہ منتخب ہو جاتے ہیں' بعض سیاست دان تو اس قدر محتاط ہیں کہ ہم ایک ایسے لیڈر کو جانتے ہیں جس کا صرف ایک سکینڈل ہے' اور وہ ہے اس کے دیانت دار اور بااصول ہونے کا سکینڈل۔ ہم نے اس سے پوچھا "دو برائیوں میں سے ایک کرنا ہو تو کونسی کرنا چاہئے؟" بولا "آسان ہے جو پہلے نہ کی ہو" ملکی صورتحال کا کیا بتائیں ہر ملک کی صورت حال بتاتی ہے۔ ہم نے تو ملکی معاملات میں دلچپی لینا اس قدر کم کر دی ہے کہ لوگ ہمیں رکن اسمبلی سمجھنے لگے ہیں' ویسے اگر مہدی حسن صاحب جرائم پیشہ افراد کو واقعی موسیقی سے ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو قائد ایوان سے بات کریں۔

ہم سمجھتے تھے گلوکار اور سٹیج ڈرامے دراصل حاضرین کی کھانسی روکنے کے مختلف طریقے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے استاد روشنی خان صاحب کہہ چکے ہیں کہ وہ موسیقی سے خراٹوں کا علاج کرتے ہیں واقعی ان کے گانے سے خراٹے فراٹے نہیں بھر سکتے کیونکہ آپ سو سکیں گے تو خراٹے لیں گے اور اگر کوئی خراٹے لے بھی رہا ہو تو لوگ یہی سمجھیں گے خان صاحب گا رہے ہیں۔ گانے سے اور بیماریوں کا بھی علاج ہوتا ہے۔ پاپ میوزک سن کر تو واقعی لگتاہے کہ گانے والے کی کسی بیماری کا علاج ہو رہا ہے۔ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کے گانے سے سر درد کا علاج تو ہم نے خود کیا۔ جو نہی ان کا گانا ختم ہوا سر درد ختم ہو گیا۔ روشنی خان کہتے ہیں میں نے اپنے راگوں سے طلاق ہوتے ہوتے روکی۔ کہتے ہیں چند منٹ اور گاتا رہتا تو میری طلاق ہو چلی تھی۔ ایک تقریب میں روشنی خان صاحب کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنا تھا۔ جب وہاں پہنچے تو وہاں کوئی بندہ نہ تھا۔ منتظم سے پوچھا۔ "آپ نے میری آمد کی لوگوں کو خبر نہیں کی تھی؟" منتظم بولا "نہیں! لیکن کسی طرح یہ خبر لیک ہو گئی" روشنی خان صاحب جب کبھی اچھا گیت گا لیں تو ان کی حیرانی چھپائے نہیں چھپتی۔ وہ بہت اچھے ہیں' خاص کرکے اس وقت

تو بہت سی اچھے لگتے ہیں جب گا نہیں رہے ہوتے۔ مہدی حسن صاحب کا یہ بیان پڑھ کر ہمیں یہ استاد روشنی خان کا بیان لگا اگر یہ مہدی حسن صاحب کا ہے تو ہم ان سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں انہوں نے اور کئی راگ ایجاد کئے ہیں' ایک ایسا راگ بھی ایجاد کر لیں جسے سن کر چور ڈاکو اپنے ٹھکانوں سے نکل کر تھانوں میں جمع ہونے لگیں۔ کہتے ہیں یہ تجربہ کیا گیا تو راگ سن کر تھانے کا عملہ جمع ہونے لگا۔ بہرحال مہدی حسن خان صاحب تھانوں میں جا کر وہاں بند چوروں ڈاکوؤں کو موسیقی سے مومن بنا سکتے ہیں لیکن اس میں خطرہ یہ ہے کہ ساتھ کہیں پولیس والے بھی مومن نہ بن جائیں' وہ مومن بن گئے تو پھر تھانے کون چلائے گا؟

○○○

• بابا ڈانگ

آج کل ہمارا گزارا وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عارف نکئی صاحب کے بیانوں پر ہو رہا ہے' پنجابی فلمیں دیکھنا ہم نے چھوڑ دی ہیں ہمیں سلطان راہی بہت پسند تھے۔ ان کا چہرہ ریڈیو کے لئے آئیڈیل فیس تھا لگتا یہ چہرہ اللہ نے نہیں پولیس والوں نے بنایا ہے۔ سکرین پر وہ پولیس کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو فلم سے باہر پولیس ہمارے ساتھ کرتی ہے۔ پچھلے دنوں سیاسی سلطان راہی کی بڑھکیں سنیں جن میں یہ بھی تھا کہ میں پولیس والوں کی پتلونیں اتار دوں گا۔ تو خوشگوار حیرت ہوئی کہ ناصر ادیب نے سیاست دانوں کے لئے بھی لکھنا شروع کر دیا ہے۔

صاحب پولیس میں کوئی بھی برائی نہ ہو پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ وہ پولیس ہے۔ جیسے ایک وکیل وکالت چھوڑے دے اور سچ بولنے لگے لوگ پھر بھی سے وکیل ہی کہتے ہیں۔ ایسے ہی ہمارے محلے کا سابق پولیس ملازم روز کہتا ہے "پہلے میں تھانیدار تھا اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں" لیکن لوگ اب بھی اس کے قریب سے جیب پر ہاتھ رکھ کر گزرتے ہیں۔ پولیس اس لئے نہیں کہ وہ قانون کو لاگو کر سکے بلکہ قانون اس لئے ہے کہ وہ پولیس کو لاگو کر سکے۔ ہمارا ایک جاننے والا کہتا ہے میں تو پولیس میں صرف اس لئے بھرتی ہوا ہوں کہ کھلی ہوا میں سونا چاہتا ہوں۔ ہم پولیس کی تعریف کریں تو لوگ ہنسنے لگتے ہیں۔ مزاح نگار کا مسئلہ یہ ہے کہ اسے پولیس کے علاوہ کوئی سنجیدگی سے نہیں لیتا۔ جہاں تک پولیس کی مزاح کا تعلق ہے۔ ایک تھانیدار نے کہا "مجھ میں بڑی حس مزاح تھی پھر-----" پوچھا "پھر کیا ہوا؟" بولا "پھر میں پولیس میں بھرتی ہو گیا۔" اب وہ کہتا ہے میں اس لڑکی سے شادی کروں گا جسے لطیفے پسند ہوں۔ عرض کیا "فکر ہی نہ کرو تم سے شادی کرے گی ہی وہ جسے لطیفے پسند ہوں گے۔"

خوشونت سنگھ سے کسی نے پوچھا "یہ کیسری رنگ بھارتی جھنڈے میں ہندوؤں کا ہوا'

سبز رنگ مسلمانوں کا بقیہ دوسری اقلیتوں کے لئے ہیں مگر سکھوں کے لئے جھنڈے میں کچھ بھی نہیں؟" تو خوشونت سنگھ بولا "یہ جھنڈے کا ڈنڈا کس کے لئے ہے؟" ہمارے سردار جی کی بھی جھنڈے والی گاڑی کے جھنڈے کا ڈنڈا پولیس کے لئے ہے وہ تو اپنی پالیسی کو بھی پولیسی ہی کہتے ہیں۔ یہ ڈانگ نکئی نے یوں ہمارے لئے پکڑی ہے جیسے سبی کے نوجوان نے منی بیگم کے لئے بندوق نکالی تھی۔ منی بیگم سوئی کے مقام پر تقریب میں گا رہی تھی۔ شعر تھا:

گلستاں کو لہو کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہی گردن ہماری کٹی

تو ایک صاحب بندوق لے کر سٹیج پر چڑھ آئے اور کہا "منی بیگم کون آپ کی گردن کاٹتا ہے' ہمیں بتا ہم اسے ختم کر دے گا" اور منی بیگم ڈر کر گانا چھوڑ کر بھاگ گئی۔

عارف نکئی صاحب موضع آدھن جو ان کے لئے آ۔ دھن ہے۔ وہاں کے کھاتے اور "پیتے" زمیندار ہیں۔ ان کے ڈیرے پر مزارعوں کو لسی' جوتے اور روٹی کھانے کو ملتی ہے۔ شہر میں جو جوتا کئی سو میں پڑتا ہے یہاں مفت پڑتا ہے۔ نکئی صاحب فٹ بال کھیلا کرتے اور بال کو فٹ پر رکھتے ہیں۔ جب سے ایک سیانے نے کہا ہے "جب ذہن میں بری بری سوچیں آئیں تو فٹ بال کھیلا کرو۔" تب سے ہم جب کسی کو فٹ بال کھیلتے دیکھتے ہیں ہمیں پتہ چل جاتا ہے یہ کیا سوچ رہا ہے؟ نکئی صاحب اب بھی دوہی ہوئی بھینس کا دودھ یوں دھو لیتے ہیں کہ لگتا ہے ان کا تعلق محکمہ انکم ٹیکس سے ہے۔ ان کے گاؤں میں کوئی گا نہیں سکتا پتہ نہیں وہاں لوگ نہاتے کیسے ہوں گے؟ انہیں متلون مزاج اور پتلون مزاج لوگ اچھے نہیں لگتے وہ کھلے ڈھلے بندے ہیں بلکہ کھلے کم اور ڈھلے زیادہ ہیں۔ دور اندیش ہیں' آپ انہیں یہاں لطیفہ سنائیں تو دور جا کر

انہیں سمجھ آئے گی۔ ہمارا بھی یہی حال ہے جس کی وجہ مخالفین یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی پہلے امرتسر میں رہتے تھے۔ جب نکئی صاحب کو وزیراعلیٰ چنا گیا تو پنجاب کے بارہ بجنے والے تھے۔ زندہ دل ہیں ملازموں کو لطیفے سنائیں تو وہ یوں ہنستے ہیں جیسے ان کی وفاداری کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ اس قدر بے تکلف کہ جس دوست کے ساتھ عزت سے پیش آئیں وہ سمجھتا ہے سردار جی ناراض ہیں۔ وائیں صاحب کا تعلق مڈل کلاس سے تھا۔ اگرچہ بعد میں انہوں نے اپنا تعلق میٹرک کلاس سے ثابت کیا نکئی صاحب کا ایچی سن کالج سے تعلق رہاہے۔ اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کو ملنے وہاں جایا کرتے تھے۔ پولیس انہیں پسند نہیں' ڈر ہے کل کلاں کہیں وہ پولیس کو پسند آگئے جیسے ایک تقریب میں دلدار بھٹی کمپیئرنگ کر رہے تھے غلام فرید صابری ہر چند سیکنڈ کے بعد با آواز بلند "اللہ" کہہ کر تقریب کا ٹیمپو بدل دیتے۔ دلدار سے رہا نہ گیا تو وہ بولے "صابری صاحب اتنے زور سے اللہ کو یاد نہ کریں اگر اللہ نے یاد فرمالیا تو-------" ہو سکتا ہے نکئی صاحب تھانے اس لئے بہتر بنانا چاہ رہے ہوں کہ ہمارے ہاں رسم ہے حکومت بدلتی ہے تو سابقہ حکمرانوں کو یہاں ہی جانا ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے گاؤں آدھن کے تھانیدار ہیں۔ ان کے پاس اتنا عالی چھتر ہے آپ اسے "چھتر اعلیٰ" کہہ سکتے ہیں جسے وہ خود مجرموں کو اس زور سے مارتے ہیں کہ دیکھنے والوں کی چیخیں دور تک سنائی دیتی ہیں۔ جیسے ہم سوچتے تھے کہ مرغ بھی بانگ دیتا ہے۔ پھر اسے سب سے زیادہ مولوی ہی ذبح کیوں کرتے ہیں تو مشتاق یوسفی صاحب نے اس کی وجہ پیشہ ورانہ رقابت بتائی۔ ہو سکتا ہے نکئی صاحب پولیس کو اسی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں۔ ویسے بھی پولیس پسند کرنے کے لئے نہیں ہوتی جرائم ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اگر پولیس تعاون نہ کرے تو یہ جرائم ختم ہو بھی سکتے ہیں۔

ہو سکتا ہے نکئی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ پولیس والوں کی پتلونیں اتروا دیں گے پولیس کے خلاف نہ ہو مغربی لباس کے خلاف ہو۔ پتلون بھی عجیب دوغلا لباس ہے۔ اوپر سے واحد نیچے سے جمع اس سے پہلے کسی نے پولیس کے لباس کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔

سردیوں میں بھی انہیں جرسیاں نہیں ملتیں۔ البتہ تنخواہ اتنی ملتی ہے جسے دیکھ کر وہ اتنے گرم ہوتے ہیں کہ پورا مہینہ اسی میں گزار دیتے ہیں پھر پتلونیں ایسی کہ اگر تنگ ہوں تو انہیں دھوؤ تو اور تنگ ہو جاتی ہیں' کھلی ہوں تو انہیں دھوؤ تو اور کھلی ہو جاتی ہیں۔ جس تھانیدار' مولوی اور پنڈت کا پیٹ نہیں سمجھ لیں وہ اپنے پیشے سے مخلص نہیں۔ سو وہ اتنی جلدی مجرموں سے تنگ نہیں ہوتے جتنی جلدی پتلون تنگ ہو جاتی ہے۔ چور ڈاکو تو وہ گھیر ہی لیتے ہیں مگر پتلون ان کے گھیر میں نہیں آتی۔ ممکن ہے نکئی صاحب ان کی پتلونیں اتروا کر انہیں لاچے بندھوانا چاہتے ہوں کہ نکئی صاحب سے بہتر کون اس ائر کنڈیشن لباس کی افادیت جانتا ہے۔ اس سے پولیس بیدار رہے گی۔ کیونکہ لاچا وہ لباس ہے جس نے باندھا ہوا ہو وہ سو نہیں سکتا اور اگر سویا ہوا ہے تو یہ باندھا ہوا نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ممکن ہے وہ جو کہنا چاہتے ہوں وہ نہ کہہ پائے ہوں اور جو وہ کہہ پائے ہیں وہ کہنا نہ چاہتے ہوں' کیونکہ دماغ ایسی چیز ہے جو اس وقت چلنا شروع کرتا ہے جب بندہ پیدا ہوتا ہے اور اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک وہ تقریر کے لئے کھڑا نہیں ہو جاتا۔

○○○

• بال برداریاں

اخبارات ہمیں دوسروں کی ہی خبریں نہیں دیتا ہمیں اپنی بھی خبر وہیں سے ہوتی ہے۔
مشہور روسی کریکٹر ایکٹر نے ایک بار کہا تھا کہ میں صبح اٹھ کر اخبار پڑھتا ہوں اگر اس میں میری موت کی خبر نہ ہو تو لباس پہن کر تھیٹر چلا جاتا ہوں۔ کہتے ہیں لیڈی ڈیانا کو بھی پہلی بار اخبار پڑھ کر پتہ چلا کہ وہ امید سے ہے۔ جیسے ہمیں یہ پتہ چلا کہ اداکارہ ریما کسی گنج والے شخص سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔ ہم سمجھتے ہیں اداکاراؤں کو گنج پسند ہے بشرطیکہ وہ سر کا نہ ہو لیکن ریما نے تو یہ کہہ کر ہمارے بال کھڑے کر دیئے ہیں۔ امجد اسلام امجد جیسے لوگ تو بال بال بچ گئے کیونکہ ریما کو بال گنجان چاہئیں اور یہاں گنجان نہیں گنج آن ہے۔ اگرچہ ریما کا یہ بیان امجد اسلام امجد کا بال بیکا نہیں کر سکتا پھر بھی ہم جیسوں کو دکھ ہوا جنہیں امجد اسلام امجد اور بو برال کا ہیئر سٹائل پسند ہے۔

ریما ان سے بڑی ادکارہ ہے جو اس سے چھوٹی اداکارائیں ہیں۔ جیسے کلنٹن میں دو خوبیاں ہیں' ایک یہ ہیلری کلنٹن جیسی عورت اس کی بیوی ہے اور دوسری یہ کہ وہ ہیلری کا خاوند ہے۔ ہم سمجھتے تھے ریما کے شوہر میں بھی یہی خوبیاں ہوں گی لوگ سے Show-Her ہی کہیں گے لیکن ریما نے جو خوبی چاہی ہے اس سے تو لگتا ہے اسے خاوند نہیں وگ چاہیے۔ ان کے ایک فین نے آفر کی ہے کہ مجھ سے شادی کر لیں میرے بڑے بال ہیں ایک تو اگلے مہینے اور ہونے والا ہے۔ ہالی وڈ کی ایک اداکارہ نے ایک گنجے سے شادی کر لی پریس نے گنجے پر تنقید کی تو وہ بولی "اب تو جو ہونا تو ہو چکا آئندہ احتیاط کروں گی۔" وہاں تو اداکاراؤں کی شادی ان کی فلم جتنی بھی نہیں چلتی۔ وہاں کے مشہور اداکار میاں بیوی شادی کے لئے چرچ گئے اور واپس الگ الگ آئے۔ ہالی وڈ میں تو صبح شادی کرنے کا رواج ہے تا کہ اگر نہ چل سکے تو شام خراب نہ ہو۔ الزبتھ ٹیلر کی

جب لاری ڈرائیور لاری فورٹینسکی سے شادی ہوئی تو الزبتھ کے سیکرٹری نے کہا' میڈم میں فلاں فلاں کو آپ کی شادی کا دعوت نامہ بھجوانا بھول گیا ہوں تو الزبتھ نے کہا "اس بار معاف کر دیتی ہوں آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔" بہرحال اداکارائیں اچھی بیویاں ہوتی ہیں کیونکہ انہوں نے بیوی بننے کی کئی بار ریہرسل کی ہوتی ہے۔

URDU4U.COM

بیجنگ کانفرنس میں "بی جنگ" ہوئی پر کسی "بی" سے شادی کا مسئلہ حل نہ ہوا۔ ایک بڑی بی نے کہا عورتوں کو شادی کے بعد زیادہ مشکلات کا سامنا اس لئے ہوتا ہے کہ ان کی شادی مردوں سے ہوتی ہے۔ ایک چھوٹی بی سے کسی نے تخلیق آدم و حوا کے بارے میں پوچھا تو بولی "پہلے خدا نے آدم کو بنایا پھر اس نے سوچا میں دوبارہ کوشش کروں تو اس سے بہتر بنا سکتا ہوں اور اس نے حوا کو بنایا۔" عورت سر سے شروع سے ہوتی ہے اور پاؤں پر ختم ہوتی ہے جبکہ مرد پاؤں سے شروع ہوتا ہے اور سر پر آ کر ختم ہوتا ہے۔ عقلمند مرد عورت کو یہ بتانے میں لگا رہتا ہے کہ میں تجھے سمجھتا ہوں جبکہ بیوقوف یہ ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے۔ مرد کو تو اس وقت تک یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس لڑکی کے پاس پرانے کپڑے بھی ہیں جب تک اس سے شادی نہ ہو جائے۔

ایک کامیڈین کہتا ہے بیوی اور گاڑی ایسی ہونی چاہیے کہ بندہ اس کے پاس کھڑا اس کا مالک لگے۔ اگرچہ اداکارہ بیوی ہو تو بندہ اپنے نام کے ساتھ اس کا یوں ذکر کرتا ہے جیسے اپنی کوالیفکیشن بتا رہا ہو لیکن اداکارہ کو بیوی بنانا ایسے ہی ہے جیسے دہی سے دودھ بنانا۔ اداکارہ کی خوبصورتی سے شادی کرنا یوں ہے جیسے آپ کسی گھر کو اس لئے خرید لیں کہ آپ کو اس پینٹ پسند آ گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہماری کچھ اداکارائیں پینٹنگ کی طرح لگتی ہیں۔ بشرطیکہ اچھی طرح پینٹ کی گئی ہوں ہم تو گرمیاں فینز کے بغیر گزارتے ہیں اداکارائیں تو سردیاں فینز کے بغیر نہیں گزار سکتیں۔ ماضی کی ایک مشہور اداکارہ کی شادی دس کنال کی کوٹھی دو فیکٹریوں اور ایک پلازے سے ہوئی۔

اس سے اچھا خاوند ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔ کچھ اداکاراؤں نے فلمی اداکاروں سے شادیاں کیں جیسے محمد علی زیبا۔ ان میں تو شروع سے ہی اتنا اتفاق تھا کہ محمد علی صاحب

نے کہا "ہماری شادی کو اک سال ہو گیا" تو زیبا بولیں "نہیں! ہماری شادی کو تو ابھی بارہ ماہ ہوئے ہیں۔" بیوی کے ساتھ گزارہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کبھی بندہ بیوی کی بات مان لے کبھی بیوی اپنی بات منوا لے۔ ایک اداکارہ کی بچی سے صحافی نے پوچھا "آپ کے والد کے مرنے سے پہلے آخری الفاظ کیا تھے؟" بولی "کچھ بھی نہیں' آخر تک میری والدہ ان کے ساتھ تھیں۔" ایک "بالدار" صاحب کہہ رہے تھے میں نے ریما سے کہا مجھ سے شادی کر لو تو اس نے ویڈنگ لسٹ میرا نام بھی لکھ لیا۔ آج ملے تو ہم نے کہا "آپ کو دیکھ کر لگتا ہے آپ کی شادی ہو گئی۔" بولے "نہیں فلو ہوا ہے اس لئے آپ کو لگ رہا ہو گا۔"

اداکارائیں اپنی کارکردگی پر جلد جامے میں پھیلی نہیں سماتیں۔ کہتے ہیں اداکارہ کو تب سلمنگ سنٹر جائن کر لینا چاہیے جب اس کے فینز سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں۔ اک پرانی ہیروئین عرصے کے بعد اسٹوڈیو گئی تو واپسی کر کہنے لگی میرے ساتھ جو ہیرو آتے تھے وہ کتنے بھدے اور گنجے ہو گئے ہیں کسی نے مجھے پہچانا تک نہیں۔ اداکارائیں اپنے والد جیسا خاوند چاہتی ہیں شاید اسی لئے ان کی شادی پر سب سے زیادہ والدہ روتی ہیں۔

ہم نے ایک دانشور سے پوچھا "گنجے اچھے خاوند ہوتے ہیں یا بالوں والے؟" بولا "شادی شدہ اچھے خاوند ہوتے ہیں۔" ویسے بھی خاوند شادی کے بعد مال برداری کے کام تو آتا ہے بال برداری کے نہیں۔ گنجے امیروں سے تو ہمیں بھی چڑ ہے کیونکہ امیری اکثر گنج کے عجز کی اچھائیوں کو مکا دیتی ہے۔ ویسے خاوند جتنا خیال اپنے بالوں کا رکھتے ہیں اتنا بیوی کا رکھیں تو کبھی گنجے نہ ہوں۔ بہرحال ریما کے بالوں کے معیار پر تو اداکار بابر علی ہی پورے اترتے ہیں۔ پر مسئلہ یہ ہے کہ وہ دیکھنے میں خود ایسے ہیں کہ ان سے شادی ہو بھی گئی تو لوگ پوچھیں گے دونوں میں خاوند کون ہے؟

- **زن دانیاں**

URDU4U.COM

ہم سمجھتے تھے پولیس وی وی آئی پی حضرات کو اس لئے اپنے گھیرے میں رکھتی ہے تا کہ عوام کو ان سے محفوظ رکھ سکے۔ اب پتہ چلا کہ وہ دراصل عوام سے ان کو بچا رہی ہوتی ہے۔ اس پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہیں ایسی حرکتیں کرنا ہی نہیں چاہئیں کہ عوام سے خود کو بچانے کے لئے پولیس بلوانا پڑے۔ لیکن جب سے ہم نے یہ خبر پڑھی ہے کہ ان وی وی آئی پی حضرات کی حفاظت کے لئے لیڈی کمانڈوز متعین کی جائیں گی تب سے ہمارا دل بھی وی وی آئی پی بننے اور غیر محفوظ ہونے کو چاہنے لگا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ وزیروں کی طرح ہماری خواہشیں پوری بھی ہوں۔ ایک وزیر بتا رہے تھے "بچپن میں' میں نے فلم "بہرام ڈاکو" دیکھی تو بڑے ہو کر ڈاکو بننے کی خواہش کرنے لگا۔" ہم نے عرض کیا "آپ خوش قسمت لوگ ہیں جن کی خواہشیں پوری ہوتی ہیں۔"

صاحب جیل کو زن دان پتہ نہیں کیوں کہتے ہیں۔ بہرحال اب وی وی آئی پی حضرات "زن" دان میں ہوں گے۔ سیانے کہتے ہیں "مرد کی ایک عورت سے بہتر حفاظت کوئی نہیں کر سکتا۔" ویسے اگر یہ بات ٹھیک ہوتی تو ہمارے مولوی حضرات اپنی حفاظت کے لئے گھروں میں چار چار لیڈی کمانڈوز کیوں رکھتے؟ ایک وی آئی پی کی بیوی نے کہا کہ لیڈی کی حفاظت میں ہمارے خاوند اور غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ ہمیں بھی لگتا ہے کہ الٹا لیڈی کمانڈوز کی حفاظت کے لئے گارڈز رکھنے پڑیں گے۔ امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر جینیفر براؤن نے تحقیق کے بعد کہا تھا "زنانہ پولیس کو مجرموں سے نمٹنے میں محنت اور طاقت صرف کرنا پڑتی ہے۔" روس میں البتہ آج کل لیڈی کمانڈوز رکھنے کا اس قدر رواج ہے کہ بیشتر کو تو باس کے دفتر میں بیٹھنے کے لئے خالی کرسی بھی نہیں ملتی۔ سو انہیں بھری ہوئی کرسی پر ہی بیٹھنا پڑتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک افسر کی لیڈی سیکرٹری

بھری کرسی پر بیٹھی تھی کہ اس کی بیوی آ گئی تو افسر نے گھبرا کر یہ ڈکٹیشن دینا شروع کر دی "جناب عالی! دفتر میں فرنیچر کی شارٹ ایج ہے' صرف ایک کرسی سے تو یہ دفتر نہیں چل سکتا۔" زمانہ ایک سا نہیں رہتا' جہاں تاریخ نے ظہیر الدین بابر کو دو افراد کو بغل میں دبائے بھاگتے دیکھا' وہیں تاریخ نے مغل شہزادوں کو دو دو لڑکیاں بغلوں میں دبائے بھاگتے دیکھا۔ ویسے بھی لشکر جب بہادر شاہ ظفر کے قابو میں نہ آئے تو پھر وہ لشکر کے قابو میں آ جاتا ہے۔ ہر سوسائٹی میں ایسے ہی جرم اور مجرم ہوتے ہیں' جس کی وہ مستحق ہوتی ہے۔ لیکن آج کل یہ سن کر حیرانی ہوتی ہے کہ لوگ جرائم کرتے ہیں۔ حالانکہ بد دیانتی اور کرپشن کے بے شمار قانونی راستے موجود ہیں۔ البتہ دیانت دار لوگوں کی بھی کمی نہیں۔ پچھلے دنوں ہم نے کار مرمت کرائی تو مکینک نے کہا کہ دو ہزار کے پرزے ڈالے ہیں اور ایک ہزار میں نے اس بات کا شامل کیا ہے کہ میں نے بے ایمانی سے کام لیتے ہوئے آپ کو بل زیادہ نہیں بنایا۔ پنجاب حکومت نے کرپشن اور جرائم ختم کرنے کے لئے اراکین اسمبلی کو "جسٹس آف پیس" بنایا ہے تا کہ ان کی نظر "پیس" پر ہی رہے۔ ان کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ خود قانون شکنوں کی تعداد میں کمی ہو گی کیونکہ اگر ارکان اسمبلی خود ہی تھانے آ جائیں تو بھی کئی قانون شکن کم ہو سکتے ہیں۔ مشہور کامیڈین بتاتا ہے کہ ایک لیڈر نے اپنی پورٹریٹ بنوائی لیکن اس کی قیمت تین ہزار ڈالر دینے سے انکار کر دیا کہ یہ میری تصویر ہے ہی نہیں۔ اسی مصور کی نمائش ہوئی تو یہ تصویر اس عنوان کے ساتھ لگا دی گئی "چور" ------ لیڈر نے مصور کو فون کرکے شکایت کی' تو مصور نے کہا "آپ نے ہی تو کہا تھا' یہ میری تصویر ہی نہیں۔" آخر کار مصور نے وہ تصویر پانچ ہزار ڈالر میں ٹائٹل تبدیل کرکے بیچی۔ تصویر کا عنوان تھا "رہبر" ------ ہمارے لیڈر کبھی تھانے میں بستہ ب ہوتے ہیں تو کبھی تھانے والے دست بستہ۔ ہمیں تھانے اس قدر اچھے لگتے ہیں کہ ہم شوکت تھانوی کا نام سن کر اس لئے مودب ہو جاتے ہیں کہ وہ تھانے کے رہنے والے ہوں گے۔ تاہم لیڈی کمانڈوز رکھنے سے لگتا ہے وی آئی پی حضرات کو پولیس پر اعتبار نہیں رہا۔ پولیس

بیچاری تو خود اپنی حفاظت کے لئے بندوقیں لئے لئے پھرتی ہے۔ پچھلے دنوں ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے وزیراعلیٰ کی حفاظت کے لئے ڈیوٹی پر موجود ایک سپاہی نے ایک صحافی سے ٹائلٹ کا پوچھا تو وہ بولا' اس طرف چلے جاؤ' دائیں طرف کمرہ ہے جس پر لکھا ہے "فار جنٹل مین اونلی" آپ اس کی پرواہ نہ کریں اور اندر چلے جائیں۔ پولیس کا کام چوروں ڈاکوؤں سے عوام کو بچانا اور عوام سے حکمرانوں کو بچانا ہے۔ آج کل تو آئی جی بھی وہ ہے جسے حکمران بلائیں اور وہ کہے "آئی جی!" کیونکہ قانون کی حکمرانی نہیں' حکمران کا قانون ہے۔ ہماری تاریخ میں چینی نے جتنی بے چینی پھیلائی' اتنی کسی آسیب نے نہ پھیلائی ہو گی۔ اب تو خیر غریب سیب کی قیمت پوچھ لے تو سیب اسے آسیب لگنے لگتا ہے۔ ملک کو دہشت کے آسیب نے لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ برٹرینڈرسل نے کہا تھا "جہاں ڈر ختم ہوتا ہے وہاں سے دانش شروع ہوتی ہے۔" ہماری سیاست میں ڈر ختم ہی نہیں ہوتا۔ موجودہ حالات میں ایک موسیقار نے کہا کہ کراچی فنکشن ہے جہاز کا ٹکٹ بھی ملے گا تو وہ بولا "مولا خوش رکھے یہاں سے جہاز بھی جاؤں اور پھر اخبار میں آؤں" پہلے کہتے تھے "جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔" اب کہتے ہیں "جس نے کراچی نہیں دیکھا وہ مرا ہی نہیں۔" عوام کا درد نواز شریف کے پیٹ' شہباز شریف کی کمر' الطاف حسین کے گردے اور بے نظیر کے سر میں ہے۔ لیڈر جو کر رہے ہیں' اس حساب سے ان کی آنے والی نسلیں یہی کہیں گی کہ ہمارے بزرگ گھوڑوں کے سوداگر تھے۔ سیاست دان چاہتے ہیں لوگ انہیں مرنے کے بعد یاد رکھیں۔ بہت سے لوگ ان کو یاد رکھنے کے منتظر ہیں' جن کو منتظر ہی رہنے دینے کے لئے لیڈی کمانڈوز کی خدمات لی جا رہی ہیں۔ ایک دانشور کے بقول یہ فیصلہ درست نہیں۔ صاحب فیصلے دو قسم کے ہوتے ہیں' درست فیصلے اور سیاسی فیصلے۔ بہرحال یہ طے ہے کہ عورتیں نرم دل ہوتی ہیں۔ ان کے دل سیاست دانوں کے دماغ کی طرح ہوتے ہیں۔ ویسے بھی وی آئی پی حضرات کی جان کی حفاظت جان جوکھوں

کا کام ہے۔ انہیں تو جو ملے اسے کہتے ہیں "تو میری جان ہے" کمانڈوز ان کی ہر جان کی حفاظت کر سکیں گے۔

○ ○ ○

• خندہ پیش آنیاں

بین الاقوامی شہرت یافتہ فوجی دانشور مارٹن وین کے بقول اکیسویں صدی میں افراتفری اور بدنظمی کا دور دورہ ہو گا۔ کوئی ملک دوسرے ملک پر حملہ نہ کرے گا بلکہ ملک کے
URDU4U.COM
اندر ہی نسلی، لسانی، مذہبی پارٹیوں اور تنظیموں کی آپس میں لڑائیاں ہوں گی۔ یہ سن کر ہمیں خوشی ہوئی کہ اس حساب سے ہمارا پاکستان اکیسویں صدی میں پہنچ بھی چکا ہے۔
جاپانی اخبار نے پیش گوئی کی کہ اکیسویں صدی میں ائیر ہوسٹس کی جگہ روبوٹ لے لے گا۔ ہم نے پی آئی اے بلکہ پی پی آئی اے میں سفر کیا تو ائیر ہوسٹس کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس حساب سے بھی ہم اکیسویں صدی میں ہیں ورنہ ہمارا خیال تھا کہ ہم ہر جگہ لیٹ پہنچتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں بھی دس پندرہ سال بعد ہی پہنچیں گے۔
اب امریکی ماہرین نے اکیسویں صدی کی یہ نشانی بتائی ہے کہ اس میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ نظر آئیں گی۔ اس حساب سے بھی ہم اکیسویں صدی میں ہی ہیں کہ ہمیں تو آج بھی عورتیں مردوں سے زیادہ نظر آتی ہیں۔ جیسے تقریبات میں اکیلی بشریٰ رحمان سینکڑوں ادیبوں سے زیادہ نظر آتی ہے۔ امریکیوں نے اس صدی کو زنانہ قرار دیا ہے۔
جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں مردوں کی تعداد عورتوں سے بہت کم ہو گی۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ ایک بار ہمارے فزکس کے استاد خواجہ مظہر منیر صاحب نے کلاس میں کہا کہ دوسرے طلباء کا دماغ اگر پچاس ہزار روپے گرام ہو تو تمہارا لاکھ روپے گرام ہو گا۔ ہم اس تعریف پر خوش ہوئے تو بولے "ظاہر ہے جو چیز جتنی کم ہو گی، اتنی ہی مہنگی ہو گی۔" سو صاحب اکیسویں صدی میں مردوں کی بڑی قدر و قیمت ہو گی۔ یہی نہیں اس صدی کے باسی ناامید کم اور امید سے زیادہ ہوا کریں گے۔
اکثر نوجوان تو اس پر خوش ہیں کہ خواتین کے کالج نہیں جا سکتے، خواتین کی صدی میں تو جا سکیں گے۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق تو ہر پیدا ہونے والا بچہ ماں کے پیٹ میں

پہلے لڑکی ہوتا ہے' بعد میں لڑکا بنتا ہے۔ ایسے ہی صدی تو پہلے بھی مونث ہوتی تھی۔
ہم ہی اسے مذکر بنا دیتے تھے۔ جیسے سرخپوش رہنما باچا خان نے ایک بار "ہمارا قوم"
کہا تو اخبار نویسوں نے اعتراض کیا کہ خان صاحب قوم مذکر نہیں' مونث ہوتی ہے تو
اس پر خان صاحب بولے "میں کسی مونث قوم کا لیڈر نہیں ہوں بلکہ میرا قوم مذکر ہے۔"
ہمارے کتاب پڑھی جاتی ہے پریشان خٹک کے ہاں کتاب پڑھا جاتا ہے' ہے ناں خٹک
کی پریشان کرنے والی حرکت۔ غالب سے کسی نے پوچھا تھا "جوتا مذکر ہے یا مونث؟"
تو وہ بولے "زور سے پڑے تو مذکر آہستہ سے لگے تو مونث" ------ اور یہ صدی بھی
آہستہ آہستہ آ رہی ہے ایک ایک دن کرکے۔

خواتین ملکی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں اور مقام بھی ریڑھ کی ہڈی والا
یعنی پیچھے ہی رہتی ہیں لیکن اس تیز رفتار دور کا مقابلہ کرنے کی ان میں پیدائشی صلاحیتیں
ہیں۔ ایک بار ہمارے کالج میں باکسنگ کے مقابلے میں رننگ کمنٹری کے لئے مائیک ہماری
کلاس فیلو کو دیا گیا۔ تیسرے راؤنڈ کے بعد ایک باکسر نے اس سے کہا "بی بی آہستہ
آہستہ کمنٹری کریں' آپ تیز ہیں کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔" ہمارے ہاں
زیادہ حادثات زبان کی تیز رفتاری کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ عورت کی شرم اس کے
دانتوں کے درمیان ہوتی ہے جب کہ مرد کی آنکھوں میں۔ کہتے ہیں "عورت کوئی راز
نہیں رکھ سکتی۔" حالانکہ عورت کہتی ہیں "میں تو راز رکھ سکتی ہوں وہ لوگ نہیں رکھتے
جنہیں میں بتاتی ہوں۔" ایک عورت نے اپنی سہیلی سے شکایت کی کہ تم نے اس سے
وہ بات کہہ دی ہے حالانکہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس سے مت کہنا۔

"اچھا" سہیلی افسوس سے بولی "میں نے تو اسے کہا تھا کہ وہ تمہیں ہرگز نہ بتائے
کہ میں نے اسے یہ بات بتا دی ہے۔"

اس پر عورت نے طویل آہ کھینچی اور بولی "ٹھیک ہے اب تم اسے مت بتانا کہ میں
تم سے شکایت کر رہی تھی۔"

اکیلی عورت وہ ہوتی ہے جو اپنے پرفیوم خود خریدتی ہے۔ عورت سب سے زیادہ توجہ اپنے

آپ کو دیتی ہے۔ سقراط نے کہا تھا "ایک بار آپ نے مرد کو عورت کے برابر کر دیا تو پھر مرد کبھی اس کے برابر نہ ہو سکے گا۔" بیسویں صدی میں جو عورت خود کو ذہین سمجھتی ہے' وہ مردوں کے برابر حقوق مانگتی ہے جو ذہین ہے' وہ نہیں مانگتی۔ لیکن لگتا ہے اکیسویں صدی میں مرد عورتوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کے لئے تحریکیں چلائیں گے اور حالات کا زنانہ وار مقابلہ کریں گے۔ اکیسویں صدی میں مرد عورتوں سے شادیاں نہیں کریں گے' عورتیں مردوں سے شادیاں کریں گی۔ بیوی کے روپ میں ذہانت اور خوبصورتی یکجا ہو سکتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ دو شادیاں کرنا اتنا بھی آسان نہیں۔

URDU4U.COM

ہمارے ایک دوست نے کہا "میں شادی کرنے کے معاملے میں ہاف مائنڈڈ ہوں" تو دوسرے بولے "شادی کے لئے اتنا ہی مائنڈ چاہیے۔" ہلری کلنٹن کے بقول "مرد اتنا بد صورت عورتوں سے نہیں گھبراتے جتنے انٹلیکچوئل عورتوں سے گھبراتے ہیں۔" مرد بازار میں دو قسم کے تحفے خریدتے ہیں: ایک وہ جو بیوی کے لئے خریدتے ہیں اور دوسرے وہ جو مہنگے خریدتے ہیں۔ عورتیں تو خیر بازار سے بیزار ہوتی ہی نہیں۔ ایک سابق وزیر کی حالیہ بیوی کو دو ہفتے کی شاپنگ کرنے ہانگ کانگ جانا تھا جس کے لئے وہ یہاں تین ہفتے شاپنگ کرتی رہی۔ الزبتھ ٹیلر کے خاوند سے کسی نے پوچھا "دنیا کی وہ خاتون جس سے مل کر دل چاہا ہو کہ کاش میں کنوارہ ہوتا' وہ کون تھی؟" بولا "میری بیوی" کہتے ہیں جب مرد کو عورت کی سمجھ آتی ہے' اس کی بیوی اسے گھر سے نکلنے نہیں دیتی۔ اس کے باوجود کولمبس عورت کے بغیر امریکہ تو تلاش کر سکتا ہے مگر دھلی ہوئی جرابیں نہیں۔ ہر عورت میں دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک اس کی اپنی اور ایک اپنے خاوند کی' زنانہ صدی کا سن کر لگتا ہے اس صدی میں عورت سے عمر پوچھنا' قابل دست درازی پولیس ہو گا۔ ویسے عورت کو کبھی انڈر Estimate نہ کریں' سوائے اس وقت کہ جب اس کے وزن یا عمر کی بات کی جائے۔ چالیس سال کی عمر میں عورتوں کو اکثر بیماریاں شروع ہونے لگتی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ بیماریاں اکثر پچاس سال کی عمر میں ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کو چپ کرانے کا واحد طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی

طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ زیادہ بولنے سے عمر بڑھتی ہے۔
کاسمو پولیٹن میگزین کی تازہ رپورٹ کے مطابق اگر مرد پہلے اظہار محبت نہ کرتا ہوتا تو نسل انسانی کئی ہزار سال پہلے معدوم ہو چکی ہوتی لیکن آنے والی صدی میں عورتوں کی شائی نیس بھی ختم ہو جائے گی۔ ہم نے ایک تقریب میں پڑھنے کے لئے شائی نیس پر مضمون لکھا تھا لیکن شائی نیس کی وجہ سے پڑھ نہ سکے۔ اب تو شائی نیس کے جین بھی دریافت کر لئے گئے ہیں۔ یہ بہت پہلے دریافت ہو جاتے لیکن جب سائنس دان دیکھتے' یہ دوسرے جینز کے پیچھے چھپ جاتے۔ آج کل تو سینماؤں کے باہر بورڈ ہوتے ہیں "صرف بالغوں کے لئے" اکیسویں صدی میں یہ بورڈ میٹرنٹی ہسپتالوں کے دروازوں پر ہوں گے۔ عورتیں کپڑے دھونے کے لئے صابن اور سرف استعمال نہیں کریں گی' ٹیلیفون استعمال کریں گی لانڈری والے کو بلانے کے لئے۔
سگمنڈ فرائیڈ نے کہا تھا "میں اپنی تیس سالہ ریسرچ کے بعد اس سوال کا جواب نہیں پا سکا کہ عورت کیا چاہتی ہے؟" اتر پردیش کی وزیراعلیٰ شریمتی مایاوتی کے بقول "رامائن میں ہے کہ ڈھول' ہریجن اور عورت پیٹنے کے لئے بنے ہوئے ہیں۔" مرد غلطی کرے تو کہتے ہیں کہ یہ مرد کتنا احمق ہے۔ عورت غلطی کرے تو کہتے ہیں کہ یہ عورتیں کتنی احمق ہوتی ہیں۔ مرد جب برے کام کرے تو اپنا نام و پتہ بدل لیتا ہے یا تخلص رکھ لیتا ہے۔ عورتیں بھی شادی کے بعد اپنا نام بدل لیتی ہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ عورت مرد سے اچھی نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ وہ مرد سے بری نہیں ہے۔ وہ گھر سے باہر جا کر ملازمت کرنا اور ملازم کہلانا زیادہ پسند کرتی ہے' بہ نسبت اس کے کہ گھر میں رہے اور باس بنے۔ عورتیں ہی ایسی تحریریں نہیں لکھتیں جن میں دوسری عورتوں کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔ یقین کریں مردوں کو بھی دوسری عورتوں کے مسائل درپیش ہیں۔ اکیسویں صدی میں صنف نازک زیادہ ہوں گی۔ اس حساب سے امید ہے کہ حالات بھی سخت نہ ہوں گے' نازک ہی ہوں گے۔ اس صدی کی خواتین تو مائنڈ میک اپ کرنے کے لئے بھی بیوٹی پارلر جائیں گی۔ شاید اس لئے یہ بھی پیش گوئی ہے

کہ اکیسویں صدی کی عورتیں ذہین سے زیادہ حسین ہوں گی جس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس صدی میں بھی عام مرد زیادہ بہتر دیکھ سکے گا بہ نسبت زیادہ بہتر سوچنے کا۔

URDU4U .COM

○○○

• شاعر وصال

احمد فراز صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ ہر بندہ جو شاعری کرتا ہے' وہ شاعر نہی ہوتا۔ ہم تو آج تک احمد فراز صاحب کو اس لئے شاعر سمجھتے رہے کہ وہ شاعری کرتے ہیں۔ ویسے تو آج کل شاعر ہونے کے لئے شاعری کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ یہاں تو ادب کا پرائڈ آف پرفارمنس لینے کے لئے ادب لکھنا ضروری نہیں۔ البتہ ہم نے احمد فراز صاحب کو بڑا شاعر ان کے انٹرویوز پڑھ پڑھ کر مانا۔ منیر نیازی اور احمد فراز کے انٹرویوز میں ہی کڑواہٹ ہوتی ہے جو ان دو حضرات کے ہاں کے پانی میں پائی جاتی ہے۔ یہ تو خوشی کے موقع پر بھی یہ نہیں کہتے کہ منہ میٹھا کروائیں' کہتے ہیں "کڑوا کروائیں۔" البتہ یہ مشکل ہے کہ بندے کی عمر ذرا پختہ ہو جائے تو فراز صاحب کی شاعری سمجھ نہیں آتی' اگر عمر کچی ہو تو ان کے انٹرویوز سمجھ نہیں آتے۔ وہ شاعری کرتے نہیں' شاعری ان سے ہو جاتی ہے۔ وہ شاعر وصال ہیں اگرچہ ہمارے ہاں روایت ہے کہ کسی شاعر کے وصال کا تذکرہ ہو تو سننے والے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ فراز صاحب کے وصال پر لوگ ہاتھ نہیں اٹھاتے انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ اردو ادب میں تو ہمیشہ محبوب سے وصال سے پہلے شاعر کا وصال ہوتا رہا ہے۔ اگر کسی کا محبوب سے وصال ہو بھی گیا تو اس نے شاعری چھوڑ کر شوہری شروع کر دی۔ شاعر تو ہے ہی وہ جو وصال کو تڑپے۔ مشہور چینی شاعر لیپو رات کو کشتی میں سوار جھیل کی سیر کر رہا تھا اسے چاند کا عکس جھیل میں نظر آیا تو اس سے وصال کرنے کے لئے اس نے جھیل میں چھلانگ لگا دی اور اس کا وصال ہو گیا۔ جیسے شہزاد احمد میں مرزا غالب جیسی خصوصیات ہیں یعنی ان کی ناک مرزا غالب سے ملتی ہے۔ ایسے ہی فراز کی ناک لارڈ بائرن جیسی ہے۔ محبت اور فلو کسے نہیں ہوتا۔ البتہ بائرن کہتا ہے "مکمل انسان کے لئے محبت ضروری ہے" یہ فرماتے ہیں "محبت کے لئے مکمل انسان ضروری

ہے" اب تو شاعر پیار بھی کر رہا ہو تو لگتا ہے "پی آر" کر رہا ہے لیکن فراز صاحب حق پرست تو پتہ نہیں ہیں یا نہیں' حسن پرست ضرور ہیں۔ کہتے ہیں حسن پرست آمریت پسند ہوتے ہیں۔ افلاطون نے تو حسن کو چند سالہ آمر حکومت کہا ہے لیکن فراز صاحب حسن میں بھی جمہوریت پسند ہیں یعنی جدھر زیادہ حسن ہوں گے وہ ادھر ہی ہوں گے۔ خوشونت سنگھ نے لکھا دہلی کی لڑکیاں احمد فراز کے لئے پاگل ہیں جس پر اگر کوئی خوش ہو سکتا ہے تو وہ ذہنی مریضوں کا ڈاکٹر ہی ہو گا۔

شاعری دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسے کرنا آسان اور پڑھنا مشکل ہوتا ہے اور دوسری وہ جسے پڑھنا آسان اور کرنا مشکل ہوتا ہے۔ سنجیدہ شاعری کو آمد کی شاعری اور مزاحیہ شاعری کو آمدن کی شاعری کہتے ہیں۔ دنیا میں شاعری کے سب سے پہلے مجموعے کا نام "حوا" ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورتوں نے خوبصورتی سے اتنے شعر نہیں کہے جتنے ان کی خوبصورتی پر کہے گئے۔ شاعری سے عورت نکال دی جائے تو صرف وقت بچے گا۔ آج بھی ٹین ایجز کا فراز کی شاعری اور مہاسوں سے بچ نکلنا محال ہے وہ اپنی محبوباؤں کو لو لیٹرز لکھنے کے لئے فراز کے شعر لکھتے ہیں۔ فراز صاحب نے بھی اسی لئے یہ شعر لکھے۔ لو لیٹر تو آرٹ کے نمونے ہوتے ہیں جو شروع ہوتے ہیں تو کچھ پتہ نہیں ہوتا کیا کہنا ہے؟ ختم ہوتے ہیں تو پھر پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کہا ہے؟ ------ احمد فراز صاحب کوہاٹ ایریا کے رہنے والے تھے اب تو ہاٹ ایریا میں رہتے ہیں۔ انہوں نے محبت میں میٹرک کیا۔ سکول کے زمانے میں بھی عشق یوں کرتے جیسے بچے ہوم ورک کرتے ہیں۔ ایک بار ہالی وڈ کی شیرون اسٹون نے سکولوں میں سیکس ایجوکیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا "سکول میں اس کی تعلیم ملنا چاہیے مگر ہوم ورک نہیں ملنا چاہیے۔" شاعروں میں سجاد ظہیر اور ساحر لدھیانوی فراز صاحب کے پسندیدہ شاعر ہیں اس لئے کہ یہ دونوں حضرات صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ ہمیں پہلی بار پتہ چلا کہ لباس شاعری میں بھی اہم ہے۔ ہم تو سمجھتے تھے لباس اچھا ہو تو لباس چل جاتا ہے لباس برا ہو تو فلم چل

جاتی ہے۔ اس حساب سے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ قتیل شفائی آج کے بہترین شاعر ہیں کیونکہ ان کے پاجامے امپورٹیڈ ہوتے ہیں۔ ہمیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا گھر والے یہ شوق ختم کرنا چاہتے تھے سو انہوں نے ہمیں شاعروں سے ملوانا شروع کر دیا۔ پھر بھی ہم سمجھتے ہیں علامہ اقبال کی شاعری قوم کو بیدار کرنے کے کام آتی ہے جبکہ باقی شعراء کی سلانے کے لئے۔ ہمیں تو نیند نہ آئے تو کسی بھی شاعر کا مجموعہ استعمال کر لیتے ہیں۔ البتہ صبح ہمیں سورج اٹھا دیتا ہے۔ جونہی کھڑکی سے سورج کی پہلی کرن ہمارے کمرے میں داخل ہوتی ہے ہم اٹھ پڑتے ہیں' یہ الگ بات ہے کہ ہمارے کمرے کی کھڑکی کا رخ مغرب کی طرف ہے۔ پاکستان میں ہم نے بڑے بڑے شاعروں کو دیکھا مگر کسی چھوٹے شاعر کو دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔ عبدالعزیز خالد صاحب نے ایک ہفت روزہ کو اپنی شاعری کی کتابوں کا اشتہار دیا اور کہا نام سے پہلے "شاعر اعظم" لکھ دینا جس پر کاتب پوچھتا رہا کے شاعری تو آپ کی لیکن آپ اعظم صاحب کا نام کیوں لکھوانا چاہ رہے ہیں۔ سفر نامہ تب تک چلتا ہے جب کہ سفر نامہ نگار چلتا ہے۔ شاعری تب تک چلتی ہے جب تک آپ کی چلتی ہے۔ بیسویں گریڈ کے افسر سولھویں گریڈ کی شاعری کر رہے ہیں سو ممکن ہے اس لئے فراز صاحب نے کہا ہو کہ صرف شاعری کرنے سے بندہ شاعر نہیں بن جاتا۔ ہو سکتا ہے ان کے ذہن میں ہو کہ شاعر ہونے کے لئے دیوان ہونا چاہیے' سنا ہے بے نظیر بھٹو بھی صاحب دیوان ہیں۔ ان کے دادا جونا گڑھ ریاست کے دیوان تھے۔ جب صنم بھٹو کی شادی ہوئی تو دادا کی طرح اس کے سسرال والے بھی جونا گڑھ ریاست کے دیوان تھے۔ جس پر ایک اخبار نے یہ خبر لگائی "جونا گڑھ کے دو دیوانوں کے پوتے پوتی کی شادی ہو گئی۔"

کہتے ہیں بڑا ایکٹر وہ ہوتا ہے جس کی شکل سے یہ پتہ نہ چلے کہ وہ بڑا ایکٹر ہے۔ ایسے ہی بڑا رائٹر وہ ہے جس کی تحریروں سے پتہ نہ چلے کہ وہ بڑا رائٹر ہے۔ شاید اسی لئے فراز صاحب نے کہا کہ ہر شاعری کرنے والا شاعر نہیں ہوتا۔ پرانے زمانے

کے تو شاعر دیکھنے میں ایسے ہوتے تھے کہ بچہ بھی دور سے دیکھ کر بتا دیتا کہ یہ شاعر ہیں۔ اس حساب سے تو فی زمانہ جون ایلیا اور اجمل نیازی ہی شاعر کہلائیں گے۔

URDU4U.COM

○○○

- "طوائف" الملوکی

سندھ ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج صاحب نے اپنے طور پر فیصلہ دے دیا ہے کہ طوائف بیورو کریٹ سے بہتر ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ فیصلہ دونوں میں سے کس کے خلاف ہے' ہو سکتا ہے اس پر بیورو کریٹ احتجاج کریں۔ انہوں نے نہ بھی کیا طوائفیں تو ضرور کریں گی' ایسے ہی ہم نے ایک بار لکھ دیا تھا کہ نوابزادہ نصراللہ خان' ایم پی خان سے بڑے سیاست دان ہیں اور منیر نیازی' اجمل نیازی سے بڑے شاعر ہیں۔ تب سے دونوں ہم سے ناراض ہیں' جی ہاں نوابزادہ نصراللہ خان اور منیر نیازی۔
ہم طوائف کو تو "اچھی" طرح نہیں جانتے کیونکہ ہم اصغر ندیم سید کے ڈرامے نہیں دیکھتے البتہ آج کل بیورو کریٹس کو دیکھ دیکھ کر سوچ رہے ہیں کہ طوائفیں کیسی ہوتی ہوں گی؟ ہم بیورو کریٹس کی بڑی عزت کرتے ہیں جس پر ایک مزاحمتی شاعر نے کہا "اس کا مطلب تو یہی ہے کہ آپ بیورو کریٹس کو نہیں جانتے۔" جج صاحب کے فیصلے سے یہی لگتا ہے کہ ملک میں "طوائف" الملوکی ہے۔ "طوائف" الملوکی اسے شاید اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ملک اسی کی طرح چل رہا ہوتا ہے۔ طوائف کھڑی بھی ہو تو لگتا ہے' چل رہی ہے۔
ہم سمجھتے ہیں بیورو کریٹ طوائف سے بہتر ہوتے ہیں۔ وہ اعداد و شمار کی شاعری کرتے ہیں جبکہ طوائف اعضاء کی شاعری کرتی ہے۔ اگرچہ فہمیدہ ریاض کی شاعری پڑھ کر بھی یہی لگتا ہے کہ وہ اعضاء کی شاعری کرتی ہیں۔ ویسے سب سے سچا اظہار رقص میں ہوتا ہے کیونکہ جسم جھوٹ نہیں بولتے' اگرچہ چھوٹا جھوٹ بولے تو مکروفریب' بڑا بولے تو ڈپلومیسی ہے۔ بیورو کریٹ وہ ہوتا ہے جو ہر ممکن کو ناممکن بنا سکتا ہے۔ پہلے والدین کہتے کہ ہمارا بیٹا بڑا ہو کر اچھا انسان بنے گا' اب کہتے ہیں کہ بیورو کریٹ بنے گا۔ ایک عزیز کہہ رہے تھے "میرا بیٹا بڑا ہو کر بیورو کریٹ بنے گا۔" ہم نے پوچھا

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" بولے "یہ ابھی کھانا کھانے میں دو گھنٹے لگاتا ہے۔" ان کے پاس بیٹھے بیٹے نے بھی کہا کہ میں بیورو کریٹ ہی بنوں گا تو اس کی بہن بولی "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" تو ہم نے کہا "گویا واقعی بیورو کریٹ ہی بنے گا۔" کچھ افسر بکار خاص ہوتے ہیں اور باقی بے کار خاص۔ بیورو کریسی نہ ہوتی تو جو کام ایک ماہ میں ہوتا ہے' وہ ایک دن میں ہوتا اور باقی 29 دن ضائع جاتے۔ بیوروکریٹ اور کیکڑے میں یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں چل رہے ہوں تو صرف یہی پتہ چلتا ہے کہ چل رہے ہیں' کس طرف جا رہے ہیں یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ ان کی بدولت ہمارے ہاں سائنس نے اتنی ترقی کی ہے کہ اب عام دروازے ہی نہیں' ترقی کے دروازے بھی ریموٹ کنٹرول سے کھلتے ہیں۔ ویسے ہمیں یقین ہے کہ اگر فاضل جج طوائف اور سیاست دان کے بارے میں فیصلہ دیتے تو یقیناً سیاست دانوں کو طوائف سے بہتر قرار دیتے۔ سیاست دنیا کا دوسرا قدیم ترین پیشہ ہے۔ پہلا پیشہ کونسا ہے' یہ تو آپ جانتے ہیں۔ اس دوسرے پیشے میں بھی ساری خوبیاں پہلے پیشے والیاں ہی ہیں۔ یہ دونوں پیشے کرنے والے توجہ مانگتے ہیں۔ شاہدہ منی نے ایک بار کہا "ایک لڑکے نے میری بڑی بے عزتی کی۔" پوچھا "کیا ہوا؟" بولی "وہ جہاز میں میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا'اسلام آباد سے لاہور آیا مگر دوران سفر اس نے مجھے ایک بار بھی نہیں گھورا۔" طوائف کے گھر جانے کا راستہ کبھی لمبا نہیں ہوتا' البتہ واپسی کا ہوتا ہے۔ انگلینڈ کے ایک آرٹس منسٹر نے ایک بار کہا تھا "میں طوائفوں کے مسائل سے آگاہ ہوں کیونکہ میں ترقی پسند خواتین کی تقریبات میں جاتا رہتا ہوں۔" ہمارے ایک سابق منسٹر فلمی تقریب میں گئے اور ایک معروف ہیروئین کو رقعہ بھجوایا ---- "آپ بہت حسین ہیں میں آپ کے فن اور صلاحیتوں کا بڑا مداح ہوں یقین کیجئے میں نے آج تک آپ کی کوئی فلم نہیں چھوڑی بلکہ کئی کئی مرتبہ دیکھی ہے۔ میری خواہش ہے کل شام 5 بجے کسی بہترین ہوٹل میں آپ میرے ساتھ صرف ایک کپ چائے پی لیں۔" نیچے نوٹ لکھا تھا "اگر آپ کے پاس وقت نہ ہو تو رقعہ برابر والی کو دے دیں۔" البتہ آج کل وزیر محتاط ہو گئے ہیں۔ ہم نے پوچھا "آپ راستے

میں جا رہے ہوں اور کوئی تنہا لڑکی مل جائے تو کیا کریں گے؟" بولے "پہلے اس لڑکی کی تصویر دکھاؤ۔" وول راجرز نے کہا ہے "جتنے لوگ سورج کے غروب اور طلوع ہونے کے درمیان منتخب ہوتے ہیں' اتنے سورج طلوع ہونے سے غروب ہونے کے دوران منتخب نہیں ہوتے۔ اسی لئے طوائف اور سیاست دان دن دگنی اور "رات چگنی" ترقی کرتے ہیں۔ آج کل اچھے کردار کی طوائف اور سیاست دان وہ ہے جسے جو ایک بار خرید لے پھر اسی کا ہو کر رہے۔ ایک امریکی نے کہا تھا "میں نے ڈیمو کریٹس پر شرطیں لگا لگا کر اتنی دولت کما لی ہے کہ اب میں ری پبلکن ہوں لیکن ہمارے سیاستدان بااصول ہیں' وہ لڑتے حب الوطنی کے اصولوں کے تحت ہیں' لوٹتے تجارتی اصولوں کے مطابق اور لوگوں کو بے وقوف سامراجی اصولوں کے تحت بناتے ہیں۔" طوائفوں اور سیاستدانوں میں اتنا ہی فرق ہے' جتنا ایک گورے میں تھا جو افریقہ کے ایک شہر کی بار کونسل کے انتخاب میں حصہ لے رہا تھا۔ اس نے دوسروں کو قائل کرنے کے لئے کہا "ہر چند کہ میری جلد کا رنگ سفید ہے لیکن میں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل آپ لوگوں کی طرح ہے۔" پھر طوائف بھی تو محبت میں جمہوریت کی علمبردار ہے۔ پہلے امراء کی ایڈ سے ان کے کوٹھے چلتے' اب ان کی ایڈز سے امراء چلتے ہیں۔ فاضل جج نے طوائف کو بیورو کریٹ سے بہتر اس لئے کہا ہے کہ طوائف عزت بیچتی ہے اور بیوروکریٹ ملک بیچتے ہیں۔

صاحب! ابن انشاء لکھتے ہیں ------ ایک بار ایک مولوی نے ایک شخص کو ٹوکا جو یہ دعا مانگ رہا تھا: "یا اللہ مجھے دولت دے۔" اسے کہا' اگر خدا سے مانگنا ہے تو میری طرح یہ مانگو "یا اللہ مجھے ایمان دے مجھے عزت دے۔" تو وہ شخص بولا "بندہ وہی کچھ مانگتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہوتا۔"

سو صاحب! ------ طوائف عزت بیچتی ہے اور بیورو کریٹ یہ نہیں بیچتا تو اس کا کیا قصور؟ ------ بندہ تو وہی بیچے گا جو اس کے پاس ہو گا۔

- Taste makes waist

ہمارے ہاں امپورٹیڈ چیزوں کی اتنی مانگ ہے کہ ان کے بغیر مانگ سنوارنا ممکن نہیں رہا۔ پرفیوم' کپڑے' خیالات' جوتے اور وزیراعظم تک امپورٹیڈ پسند کئے جاتے ہیں۔ بڑے لوگوں کی سب چیزیں امپورٹیڈ ہوتی ہیں' یہاں تک کہ ممی بھی۔ اب سنا ہے معیار زندگی بلند کرنے کے لئے گوشت بھی امپورٹ ہوا کرے گا۔ بہرحال قالین ان لوگوں سے قیمتی نہیں ہونا چاہیے جو اسے استعمال کرتے ہیں۔

URDU4U.COM

کھانا ہماری طاقت نہیں' کمزوری ہے۔ ہم لوگ خالی پیٹ دوائی نہیں کھاتے کچھ تو خالی پیٹ ناشتہ تک نہیں کرتے۔ ایک مداری سے جو بلیڈ کھاتا تھا' ہم نے پوچھا "کیوں کھاتے ہو؟" کہا "بھوک تیز کرنے کے لئے۔" ہم لوگ کھانے پر اتنا مرتے ہیں کہ Dieting ہمارے لئے Die-Ting ہے۔ کھا کھا کے کمر' کمرہ ہو جاتی ہے۔ پھر کمرے کو کمر کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ سیاست دان تو منہ کی ورزش سے اپنا وزن کم کر لیتے ہیں اور آدھ گھنٹے کی گفتگو میں ہی بڑے ہلکے لگنے لگتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی گفتگو کو خوشگوار بنانے کے لئے درمیان میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ایک جاننے والے سیاستدان ایسی گفتگو کرتے ہیں کہ ایک بار ایک مریض کو ہم نے نیند کی گولیاں دیں مگر اسے کسی طرح نیند نہ آئی تو ہم اسے اس سیاستدان کے پاس لے گئے کہ اب آپ ہی اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔ وہ بولے "کیا مجھے اسے علاج کے لئے باہر بھجوانا ہے؟" عرض کیا "نہیں! میں چاہتا ہوں یہ کچھ دیر کے لئے سوئیں لیکن انہیں نیند نہیں آتی' اسے کچھ دیر پاس بٹھائیں۔" ہم نے امپورٹیڈ گوشت کے حوالے سے کہا "آپ بھی کھائیں گے؟" کہا "کھائیں گے نہیں تو سیاست میں یونہی آئے ہیں۔" کہتے ہیں ان میں ساری عادتیں بڑے سیاست دانوں والی ہیں۔ وہ بھی امپورٹیڈ پانی پیتے ہیں۔ ان کے بقول یہ پانی ہمارے پانی سے زیادہ گیلا ہوتا ہے یہی نہیں ابالو

تو اوپر بالائی بھی آتی ہے۔ وہ گوشت خور ہی نہیں، گوشت خوار بھی ہیں۔ ان کی خوش خوراک محبوبہ بھی ایسی ہیں کہ وہ شادی کے ایک سال بعد ہی کہنے لگے، میری محبت "بوجھ" بن گئی ہے۔ وہ ایک بیوی کو "خواتین" کہتے ہیں۔ ایک دن ہم نے پوچھا "آپ کی بیوی نے ٹیلیفون پر کتنی دیر بات کی؟" فرش کو دیکھتے ہوئے بولے "دو مونگ پھلیوں کے لفافے، ایک ڈبہ بسکٹ اور چھ کپ چائے۔" لوگوں کو پیٹ لگا ہوتا ہے، وہ پیٹ کو لگے ہوئے ہیں۔ وزن کم کرنے کی کم ہی بات کرتے ہیں۔ جب وہ یہ کہیں کہ وزن کم کرنا چاہتا ہوں، بیوی سمجھتی ہے، مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چودہ دن ڈائٹنگ کی تو ہم نے پوچھا "کیا کم ہوا؟" کہنے لگے "دو ہفتے" ------ جمپ لگانے

سے بھی وزن کم ہوتا ہے بشرطیکہ آپ ناشتے، لنچ اور ڈنر سے جمپ کریں۔ ایک اداکارہ نے کہا "میں نے پیاز سے وزن کم کیا۔ پوچھا "کتنا کم ہوا؟" بولی "دو پاؤنڈ، تین اونس اور چار دوست۔" ویسے تو روزانہ ایک سیب کھائیں اور ڈاکٹر کو پرے رکھیں۔ ایک پیاز کھائیں اور ہر کسی کو پرے رکھیں۔ البتہ سوچنے والی بات یہ ہے کہ روزانہ دو سیب کھائیں تو کیا دو ڈاکٹر پرے رہیں گے اور اگر سیب ڈاکٹر سے بھی مہنگا ہو تو کیا کرنا چاہیے۔ بہرحال اب تو امپورٹیڈ گوشت سے بھی ڈاکٹر کو پرے رکھا جا سکے گا۔ حکومت جب بھی گوشت، مکھن اور انڈوں کی قیمت زیادہ کرتی ہے ہم حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارا کولسٹرول کم کر دیا۔

ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جب ہمیں صحیح جواب آتا ہے تو ہم سے صحیح سوال نہیں پوچھا جاتا۔ جب ہمیں صحیح سوال آتا ہے تو ہمیں صحیح جواب نہیں دیا جاتا۔ ہم نے گوشت کھاتے ہوئے ماہر اقتصادیات سے پوچھا "یہ کھانا کیسا ہے؟" کہا "یہ تو نہیں بتا سکتا البتہ بل آتا ہے تو اس پر مدلل گفتگو کر سکتا ہوں۔" جناب وہ افسر ہیں، صرف افسر Wise ہوتے ہیں، باقی سب Otherwise ہوتے ہیں۔ البتہ پشتوں فلموں کے ایک

فلساز نے بتایا کہ ہمارے ہاں گوشت کی کوئی کمی نہیں۔ حکومت اسے امپورٹ کرکے کسی اور حل کے لئے مسئلہ ڈھونڈ رہی ہے۔ ویسے بھی حکومت ہر مسئلے کا ایسا حل نکالتی ہے کہ بندہ کہتا ہے' اس سے تو مسئلہ ہی بہتر تھا۔ ہم نے اس سے کہا "آسٹریلیا اور ہالینڈ کی بھینسیں بہت صحت مند اور توانا ہوتی ہیں' آپ نے ان کی اشتہاری فلمیں نہیں دیکھیں۔ تو وہ بولے "ہماری بھی کسی سے کم نہیں' آپ نے ہماری فلمیں نہیں دیکھیں۔" بہرحال کھانے کے معاملے میں ہم مرغ کو پیدا ہونے سے پہلے بھی کھا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں زیادہ انڈے ---- مرغیاں' سکول ٹیچر اور بطخیں دیتی ہیں۔ سبزے کا بڑے شہروں میں تو یہ حال ہے کہ سبزے سے مراد دس کا نوٹ لیا جاتا ہے۔ پھر بھی ہمارے گھوڑے اتنے صحت مند ہوتے ہیں کہ تانگے اور حکومت میں جوتنے کے کام آتے ہیں۔ گائیں ایسی کہ انڈیا میں ان کی پوجا ہوتی ہے۔ سو جیسے ہم خام مال بھیج کر خام مصنوعات لیتے ہیں ہو سکتا ہے ایسے ہی جانور یہاں سے بھیج کر وہاں سے گوشت بنوا کر امپورٹ کیا جائے گا۔ اب تو دوسرے ملکوں سے گوشت منگوانا ایسے ہی ہے جیسے دوسرے محلے سے منگوانا۔ یہ جیٹ ایج ہے' جیٹ ایج کی تعریف یہ ہے کہ آپ ناشتہ لندن' لنچ نیویارک' اور رات کا کھانا فرانسیسکو میں کھاتے ہیں جبکہ آپ کا سامان میکسیکو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ جیٹ ایج کے حوالے سے ایک صاحب کہہ رہے تھے "میری دادی تانگے میں بیٹھ جاتی ہے مگر کار میں بیٹھنے سے ڈرتی ہے' میری ماں کار میں بیٹھ جاتی لیکن جہاز میں بیٹھنے سے ڈرتی ہے۔ میں جہاز میں بیٹھ جاتا ہوں مگر جیٹ میں بیٹھنے سے ڈرتا ہوں۔ میری جیٹ میں بیٹھ جاتی ہے مگر تانگے میں بیٹھنے سے ڈرتی ہے۔"

ہمارے ایک سیاست دان نے کہا "میری سیاست میں طویل عمری کا راز گوشت ہے۔" پوچھا "کیا روزانہ گوشت کھاتے ہو؟" کہا "نہیں' اس لئے کہ میں نے ساری زندگی گوشت نہیں کھایا' میں رزق حلال کھاتا ہوں۔" عرض کیا "کبھی تو اپنے گھر سے بھی کھاتے ہی ہوں گے۔" انہیں سبزیوں سے عشق ہے۔ پچھلے دنوں ان کی پہلی بیوی بازار میں سبزیوں کا پرفیوم ڈھونڈ رہی تھیں۔ ان کے خیال میں تو جو گوشت منگوایا جائے' اس

کا ہیلتھ اور کریکٹر سرٹیفکیٹ ساتھ ہونا چاہیے۔ ہم نے کہا "آپ نے گوشت کھانا ہے یا اس سے ملازمت کروانا ہے؟" بہرحال آج کل انٹیک چیزیں آ رہی ہیں۔ کپڑے تک انٹیک ہیں۔ انٹیک شاپ پر ہر چیز پرانی ہوتی ہے' سوائے قیمتوں کے۔ گوشت بھی انٹیک نہ آنے لگے کہ یہ وہ گوشت ہے جو سکندر اعظم کھایا کرتا تھا۔ بہرحال اور کوئی خوش ہو نہ ہو' گوشت امپورٹ ہونے سے وہ مقامی جانور بڑے خوش ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

URDU4U.COM

○○○

• پنج سالا منصوبہ

موجودہ حالات پر کوئی بھی شریف آدمی گالی دیئے بغیر دو جملے نہیں بول سکتا۔ ایسے حالات پر ہمارے ایک مزاح نگار دوست نے کہا تھا کہ دنیا میں جو کچھ جہاں کہیں بھی ہو رہا ہے ہمیں بتائے بغیر ہو رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں دنیا میں جو کچھ' جہاں کہیں بھی ہو رہا ہے' ہمیں بتانے کے لئے ہو رہا ہے۔ ہم نے کچھ دن کالم نہیں لکھا تو لوگوں نے درخواستیں دینا شروع کر دیں۔ پیرو کے صدر البرٹو مینوچی مورو نے تو عدالت میں یہ درخواست بھی دے دی کہ مجھے میری بیوی سے بچایا جائے۔ پیرو کے صدارتی محل کے بر محل پریس ریلیز نے محل وقوع بتاتے ہوئے صدر کی بیوی پر ان کی شدید بے عزتی کرنے کا الزام لگایا ہے اگرچہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے کہ اس پر بیوی ہونے کا شدید الزام ہے۔

پاکستان اور پیرو میں یہ فرق ہے کہ وہاں آپ چاہیں کہ شادی پر پچاس بندے آئیں تو آپ کو سو بندے مدعو کرنے پڑیں گے۔ وہاں اتنی مچھلیاں ہیں کہ سو مچھلیوں کے حصے میں ایک انسان آتا ہے۔ کہتے ہیں ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کر دیتی ہے۔ اس لئے جل میں ایک مچھلی نہیں رکھنا چاہیے۔ وہاں کے صدر البرٹو جس عمر کے ہیں اس میں یہ قباحت یہ ہے کہ قباحتیں' قباحتیں لگنے لگتی ہیں۔ اگرچہ وہ ایسے خاوند ہیں کہ ایک تقریب میں ایک اداکارہ نے انہیں کہا "آپ میرے چوتھے خاوند کی طرح لگ رہے ہیں۔" انہوں نے پوچھا "آپ کی کتنی شادیاں ہوئی ہیں؟" بولی "تین" ------ لیکن پیرو کے صدر کی بیوی' ان کی پیرو کار نہ نکلی۔

صاحب! شادی باکسنگ کے کھیل کی طرح ہے جس میں یا تو پہلے راؤنڈ میں فیصلہ ہو جاتا ہے یا آخری راؤنڈ تک لڑائی جاری رہتی ہے۔ کچھ کو شادی سے پہلے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ جس کے ساتھ شادی ہو رہی ہے' اس کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے' کچھ کو

شادی کے تین چار سال بعد پتہ چلتا ہے۔ عورتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو آپ کو اچھی لگتی ہیں اور دوسری وہ جن سے آپ کی شادی ہوتی ہے۔ بیوی کے لئے سب سے محفوظ جگہ اس کا گھر ہوتا ہے جو خاوند کے لئے سب سے زیادہ غیر محفوظ جگہ ہوتی ہے۔ یقین نہ آئے تو صدر کلنٹن سے پوچھ لیں۔ پچھلے سال ہلری نے کلنٹن کے چہرے پر برتن دے مارا تو وائٹ ہاؤس میں داخل ہوتے ہی صدر کے گرد حفاظتی انتظامات سخت کر دیئے جاتے۔ جیسے ریٹائرڈ خاوند' بیویوں کے لئے چوبیس گھنٹے کی جاب ہوتے ہیں۔ ایسے ہی صدر مملکت لوگوں کے لئے صدر مگر بیوی کے لئے مملکت ہی ہوتے ہیں۔
بیویاں بھی کیا کریں صدر مملکت اور مملکت کی باگ ڈور سنبھالنا کوئی آسان تو نہیں۔ صدر بش صاحب کی بیوی آج بھی ان سے برتن صاف کرواتی ہے' یہ کہہ کر کہ آپ یہ کام اس لئے نہیں کر رہے کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ صدر السبرٹو پہلے تو صدر السبرٹو بنے رہے۔ جب چاہتے رات کو بیوی کم بے عزتی کرے' جلد خواب گاہ میں چلے جاتے۔ جب چاہتے رات کو بالکل بے عزتی نہ ہو' محل سے باہر رہتے۔ ان کی بیوی نجلی محفلوں میں اکثر خاوند اور دوسرے ملکی مسائل پر گفتگو کرتی۔ کہتے ہیں جب شادی ہوئی تو بیوی بڑی بھولی بھالی تھی پر جب وہ پہلی بار لڑی تو اس کے انداز سے لگا کہ وہ پہلے بھی شادی شدہ رہ چکی ہے۔ حالانکہ بیوی کو چاہیے کہ ان مصیبتوں میں خاوند کا ساتھ دے جو نہ آتیں اگر وہ اس سے شادی نہ کرتی۔
خود صدر السبرٹو اس قدر ذہین ہیں کہ اپنے بچے کی پیدائش پر انہیں تھیٹر کے باہر کافی دیر انتظار کرنا پڑا تو نرس نے کہا "اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ لڑکی ہو گی" صدر صاحب نے چار و ناچار اپنے چار بچوں کا ذکر کیا ہے' ممکن ہے اس وجہ سے انہیں طلاق ملنے میں مشکل ہو۔ افریقی ممالک کے ایک قبیلے کے سردار کی بیوی نے طلاق کے لئے درخواست دی تھی کہ خاوند مجھے نظر انداز کرتا ہے لیکن عدالت نے یہ درخواست اس بنا پر مسترد کر دی کہ یہ الزام درست نہیں کیونکہ آپ کے تو بیس بچے ہیں۔
محبوبہ اور منکوحہ کو ہینڈل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ دونوں طریقے

غلط ہیں۔ عورت کو پہلا پیار ہمیشہ یاد رہتا ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ شادی نہ ہوئی ہو۔ ویسے تو محبت میں جنگ کی طرح سب جائز ہے' سوائے اولاد کے۔ آدمی کو اتنی خوشی کبھی نہیں ملتی جتنی عاجزی اور انکساری میں ملتی ہے بشرطیکہ یہ اردگرد کے لوگوں میں ہو۔ ایسے ہی خوشی چاہتے ہو تو جو آپ سے پیار کرتی ہے' اسے یوں رکھو جیسے وہ آپ سے پیار نہیں کرتی۔

پیرو کے ایک دانشور کا قصہ ہے ------ اس نے اپنی سالگرہ پر کہا کہ میں نے ساری زندگی کسی پر کوئی احسان نہیں کیا تو ہال میں سے ایک بندہ اٹھ کر کہنے لگا "آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔" یہ بندہ اس کی بیوی کا پہلا خاوند تھا۔ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں' یہاں تو بس طلاق ہوتی ہے۔ ہالی وڈ کی سٹار روزاینی نے کہا تھا کہ تمام مرد ایک جیسے ہوتے ہیں' ہم سب ایک ہی مرد سے شادی کرتی ہیں' البتہ دعاؤں سے خاوند بدلا جا سکتا ہے۔ میں نے خود دعاؤں کا معجزہ دیکھا' پہلے میرا خاوند ایک بد مزاج ڈاکٹر تھا' اب ایک خوش مزاج انجینئر ہے۔

سب سے تیز رفتار سپورٹس مین بن جانسن کی بیوی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو ان کی کونسی بات اچھی نہیں لگتی؟ بولی "یہ ست بڑے ہیں۔" اس کے بقول "شادی شدہ اچھے خاوند ثابت نہیں ہوتے' کنوارے ہوتے ہیں۔" بہرحال ان کے خیال میں تو اچھا خاوند وہ ہوتا ہے جسے کچھ نہ کہنا ہو تو اس کے لئے بھی دوبار سوچے۔ ویسے تو بیوی ہی ہر وقت بولتی ہے' مرد تو صرف اس وقت بولتا ہے جب اسے دھلی ہوئی جرابیں نہ مل رہی ہوں۔ صدر السبرٹو نے بے عزتی سے تنگ آ کر درخواست تو دے دی ہے مگر ہمیں تو لگتا ہے کہ انہوں نے بے عزتی کے لئے درخواست دی ہے جو بات ان کے محل تک تھی' ہمارے محلے تک آ گئی ہے۔ ایک امریکی صحافی نے کہا "اگر امریکی صدر ہوتا تو اسے طلاق لینے کے لئے بے عزتی کروانے کی ضرورت نہ تھی۔" پوچھا "کس بنا پر طلاق لیتا؟" کہا "آئین کی رو سے امریکی قانون ہر کسی کو فریڈم آف سپیچ دیتا ہے۔" کہا "صدر السبرٹو کا بولنا تو مسئلہ نہیں' مسئلہ تو سننا ہے۔" بہرحال کہتے ہیں'

صدر کی ازدواجی زندگی کو اس موڑ پر لانے والے دو افراد ہیں' ایک صدر السبرٹو اور ایک اس کی بیوی۔ صدر تو اسے ساتھ مخلوط پارٹیاں پر بھی لے جاتے جو ایسے ہی ہے جیسے گیم وارڈن کے ساتھ شکار پر جانا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ صدر کو شادی سے پہلے ہی سوچنا چاہیے تھا۔ ان کے بقول "یہ جاننے کے لئے کہ شادی کے بعد بیوی آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گی' یہ دیکھو کہ اس کا اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ کیسا رویہ ہے۔" گویا اگر بیوی کے چھوٹے بھائی پانچ ہیں تو یہ جاننے کے لئے انہیں پنج سالا منصوبہ چاہیے۔ بہرحال انہوں نے بے عزتی سے بچنے کے لئے طلاق کی درخواست دے دی ہے' مگر ہم نے آج تک طلاق سے کسی کو عزت ملتے تو نہیں دیکھی۔

URDU4U.COM

○ ○ ○

- ادب کا گنیش دیوتا

جب سے منیر نیازی صاحب نے اپنے انٹرویو میں فرمایا ہے کہ انہیں اس صدی میں کوئی بڑا شاعر نظر نہیں آتا تب سے ہمیں بڑی فکر ہو رہی ہے کیونکہ آخری بار جب ہم منیر نیازی صاحب سے ملے تھے تب تو ماشاء اللہ ان کی نظر اتنی تیز تھی کہ انہیں ہماری جیب میں پڑا سو کا نوٹ بھی نظر آ رہا تھا۔ بہت سے شاعر صرف اسی ڈر سے عینک نہیں لگواتے کہ پھر انہیں بیوی بھی نظر آنے لگے گی۔ شہزاد احمد صاحب نے نظر کی عینک لگوائی تو صوفی غلام مصطفیٰ تبسم صاحب نے دیکھ کر کہا "شہزاد! عینک لگا کر تم بجو لگتے ہو۔" شہزاد نے کہا "سر! اگر عینک اتار لوں تو مجھے آپ بجو لگتے ہیں۔" ویسے بھی منیر نیازی صاحب بڑا شاعر دیکھنے کے لئے شیشہ ہی دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں جبکہ ہمارے شاعر عدیم ہاشمی صاحب ایک پینٹنگز کی نمائش دیکھنے گئے ایک تصویر دیکھ کر بولے "یہ تجریدی مصوری کا بہترین نمونہ ہے پر آپ نے اس تصویر میں کوئی کلر کیوں استعمال نہیں کیا؟" تو مصور بولا "سر! یہ تو آئینہ ہے۔" نیازی صاحب کو علامہ اقبال بھی نظر نہیں آئے جو ہمیں آنکھیں بند کرکے بھی نظر آتے ہیں۔ علامہ صاحب نے قوم کو بیدار کیا۔ فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں' ان کے خراٹوں سے تو میں بھی بیدار ہو جایا کرتا تھا۔

منیر نیازی سیلف میڈ ہیں اور خود کو بنانے والے کی عبادت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جب سے گوپی چند نارنگ نے کہا کہ انڈیا میں منیر نیازی کی پوجا ہوتی ہے تب سے انہوں نے اپنی پوجا شروع کر دی ہے۔ جبکہ شاعر تو صرف پیٹ پوجا کرتے ہیں۔ وہ ادب کے گنیش دیوتا ہیں۔ گنیش دیوتا ہندوؤں کا دانائی کا دیوتا ہے جسے دیکھ کر ہندوؤں کی دانائی کا پتہ چل جاتا ہے۔ گنیش دیوتا کو دودھ پلانے لوگ دور دور

سے آتے ہیں۔ انہیں بھی "پلانے" کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک مانگنے والا نیازی صاحب کے ہاں آیا' انہوں نے کہا "پھر کسی وقت آنا اس وقت گھر میں کوئی آدمی نہیں۔" تو اس پر فقیر عاجزی سے بولا "تھوڑی دیر کے لئے آپ ہی آدمی بن جائیں۔" نیازی صاحب جس کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں ایک فقرہ کہہ دیتے ہیں' جس کے بارے میں کچھ نہ کہنا چاہیں اسے دیباچہ لکھ دیتے ہیں۔ انہی کے لئے کسی نے کہا تھا' اچھے دوست تلاش کرنے سے مشکل کام ایک ہی ہے وہ ہے اچھا دوست بننا۔ محبوب سے اس لئے پیار نہیں ہوتا کہ وہ اچھا ہوتا ہے وہ اس لئے اچھا ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے پیار ہوتا ہے۔ انہیں بڑی مدت تک کسی سے پیار نہ ہوا' جب پیار ہوا تو پھر وہ کسی سے نہ ہوا۔ وہ اپنی باتیں یوں سنتے ہیں جیسے اپنی محبوبہ کی سن رہے ہوں۔ محبت تو ایک شخص کرتا ہے اور دوسرا وہ کرتا ہے جس سے کی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسرا شخص رہے۔ اس کے علاوہ ہمیں یاد نہیں کہ وہ کبھی دوسرے نمبر پر آئے ہوں جیسے ایک پروفیسر نے کہا "جارج واشنگٹن امریکہ کا پہلا صدر تھا' جنگ میں اس کا پہلا نمبر تھا قیام امن کے سلسلے میں بھی وہ پہلے نمبر تھا عوام میں مقبولیت کے لحاظ سے بھی پہلے نمبر تھا۔" اس پر دوسرا پروفیسر بولا "آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن شاید یہ بھول گئے ہیں کہ اس نے ایک بیوی سے شادی کی تھی۔" نیازی صاحب کی یادداشت ایسی ہے کہ پہلے یہ یاد نہ رہتا کہ کیا بھولا ہے اب یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ کیا یاد ہے۔ ہمارے ملک کو چور ڈاکو کیسے لوٹ رہے ہیں۔ اس سے ہم آگاہ ہیں کیونکہ ہم اسمبلی کے اجلاس اٹینڈ کرتے ہیں۔ ملک میں ذہنی معذوروں کے کیا مسائل ہیں ان کا بھی علم ہے کیونکہ ہم مشاعروں میں بھی جاتے ہیں۔ مشاعروں میں منیر نیازی دوسرے شاعروں کو یوں دیکھتے ہیں جیسے نصرت فتح علی خان اپنے سازندوں کو۔ دوسرے سینئر شعراء کا اس قدر احترام کرتے ہیں جب پڑھنے کی باری آئے تو انہیں کہتے ہیں "پہلے آپ! پہلے آپ" ------ ان کی باتیں معصوم بچوں کی طرح ہوتی ہیں۔ تقریبات

میں تو منتظمین انہیں یوں سنبھال رہے ہوتے ہیں جیسے اس معصوم بچے کو جس نے نیا نیا چلنا شروع کیا ہو۔ ان سے بات کرنا خود کلامی کرنا ہے۔ جبکہ وہ بھی آپ سے یوں بات کر رہے ہوتے ہیں جیسے خود کلامی کر رہے ہوں۔ فیض احمد فیض کی موت پر کسی نے پوچھا "فیض صاحب کی موت سے ادب میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پر کرنے کے لئے آپ کس کا نام پیش کریں گے؟" انہوں نے کہا "یہ بات میرے سوچنے کی نہیں' آپ لوگوں کے سوچنے کی ہے۔" لیکن اب تو کئی شعراء کے زندہ رہنے سے ادب میں جو خلا پیدا ہو رہا ہے لوگ سوچ رہے ہیں یہ کیسے پورا ہو گا؟ ایک انسان اتنا ہی اچھا ہوتا ہے جتنا اچھا دوسرا ہوتا ہے جب تک کہ وہ دیوان نہیں لکھ دیتا۔ پہلے خاص لوگ کتابیں لکھتے تھے اور عام لوگ پڑھتے تھے۔ اب تو عام لوگ لکھتے ہیں اور خاص لوگ ہی پڑھتے ہیں۔ ویسے تو دوسرے کی شاعری اور بیوی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ اسے ایک نظر دیکھا جائے اور تعریف کی جائے۔ لیکن منیر نیازی صاحب تو خراج تحسین کو اخراج تحسین سمجھتے ہیں۔ وہ تعریف بھی کر رہے ہوں تو لگتا ہے تحریف کر رہے ہیں۔ جیسے پچھلے دنوں ظفر اقبال صاحب کی شاعری کی پیروڈی کرکے کتاب چھاپی گئی تو ہم نے ظفر صاحب کو مبارکباد دی کہ آپ ایسے شاعر ہیں کہ آپ کے کلام کی پیروڈی ہوئی ورنہ تو بعض شاعروں کی شاعری پڑھ کر لگتا ہے پیروڈی پڑھ رہے ہیں۔ کچھ کی تو شکل دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ بھی کسی شکل کی پیروڈی ہے۔ منیر نیازی صاحب کی نئی کتابیں ان کی پہلی کتابوں سے بہتر ہیں' طباعت میں۔ ان کے انٹرویو دینے کی رفتار ایسی ہے کہ ہر انٹرویو پہلے سے تیز ہوتا ہے۔ تازہ انٹرویو میں انہیں "فراز" بھی نشیب لگا۔ احمد ندیم قاسمی کے بارے میں انہوں نے کہا وہ خلیق انسان ہیں شاعر ن ہیں۔ منیر نیازی صاحب سے مل کر ہمیں بھی یہی اندازہ ہوا کہ شاعر خلیق انسان نہیں ہوتا۔ قتیل شفائی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ فلمی شاعری میں کوئی اچھی لائن نکال لیتا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے قتیل کو ادب سے لائن حاضر کر دیا۔ ویسے تو یہ سب شاعر اس عمر کے ہیں جس میں چہرے کی لائنوں کی گہرائی شاعری میں لائنوں کی گہرائی سے

زیادہ ہو جاتی ہے۔ قتیل صاحب کو سب سے بڑا فلمی شاعر مانتے ہیں جو نہیں مانتا وہ خود کوئی فلمی شاعر ہو گا۔ ریمانڈینڈ جینڈلز نے کہا تھا اگر میری کتابوں بہت ہوتیں تو مجھے ہالی وڈ والے کیوں بلاتے؟ اگر بہت اچھی ہوتیں تو میں وہاں کیوں جاتا؟ مجید امجد کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ان کی شعری وارداتیں چھوٹی اور مضافاتی ہیں۔ مجید امجد صاحب کو دوسروں کی طرح شعری وارداتیں بڑی اور شہروں میں آ کر کرنا چاہئیں۔ کراچی کے بارے میں نیازی صاحب نے کہا کہ وہاں کوئی سرے سے شاعر ہے ہی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ شاعری کی بجائے کراچی کی خوبیاں گنوا رہے ہوں۔ کراچی میں آج کل چھٹی سے مراد یہ ہے کہ آج ہڑتال کی چھٹی ہے۔ وہاں کے لوگ یوں حیران اور خوفزدہ پھرتے ہیں جیسے انہوں نے منیر نیازی کا کلام پڑھ رکھا ہو۔ ایسی فضا میں شر اور شعر ہی پروان چڑھ سکتا ہے۔ ویسے تو شروع سے کراچی کا موسم ایسا رہا ہے کہ وہاں تاجر اور مہاجر کے علاوہ اگر کوئی زندہ رہ سکتا ہے تو وہ شاعر ہے۔ وہ بھی اس صورت کہ اپنا کلام نہ پڑھے' وہاں تو کسی کمزور شخص کو دیکھ کر یہی لگتا ہے یا تو یہ بیمار ہے یا شاعر۔ کراچی کے لوگ بحث بھی کر رہے ہیں تو لگتا ہے شاعری کر رہے ہیں۔ لاہوری شاعری بھی کر رہے ہوں تو لگتا ہے بحث کر رہے ہیں۔ نیازی صاحب کو پوری صدی کے علاوہ پوری کراچی میں بھی کوئی شاعر نظر واقعی خراب ہے اور نظر خراب ہونے میں برائی یہ ہے کہ بندہ جس پر ڈالتا ہے خراب نظر ہی ڈالتا ہے۔

ooo

- ## صنعت مراعات ال بینظیر

ہم سمجھتے تھے اس دور میں جن صنعتوں نے ترقی کی ان میں صنعت ایہام اور صنعت مراعات ال بینظیر ہی ہیں لیکن اخبار پڑھ کر پتہ چلا کے ہم نے آرڈیننس سازی سازی اور حکومت سازی کی صنعت میں بھی بڑی ترقی کی ہے۔ سیاسی صنعت وو خیر اب فنون لطیفہ میں شامل ہے کہ جتنے لطیفے اس میں ہیں کسی اور فن میں نہ ہوں گے۔ روپیہ سازی بھی ہماری بڑی صنعت ہے' حکومت نے روپیہ جو اب رو' پیا ہے اسے سستا کیا کہ عوام یہ نہ کہیں کہ اس حکومت نے ہر چیز مہنگی کر دی ہے کچھ سستا نہیں کیا۔ اس سے بٹوے بڑے اور شاپنگ بیگ چھوٹے ہو گئے ہیں۔ بقول شاعر زخمی ہسپتال پوری یہ افراط زر ہے' اور اس میں کسی کے پاس زیادہ پیسے نہیں ہوتے کیونکہ سب مالدار ہوتے ہیں۔ شاعر موصوف کے خیال میں روپیہ سستا ہونے سے برآمدات میں اضافہ ہو گا۔ یہ بات کوئی شاعر ہی کہہ سکتا ہے ویسے تو ہمارے ہاں شاعر اور سیاستدان ہی سب سے زیادہ ہوتے ہیں اور ملکی ترقی کے لئے دونوں کو برآمد کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومت اتنا کچھ برآمد نہیں کرتی جتنا ہماری پولیس برآمد کر لیتی ہے۔ زر مبادلہ اب ذرے مبادلہ ہے۔ ایک امریکی سروے کے مطابق وہاں تین ملین امریکی کوئی کام نہیں کرتے۔ اگر ان میں سے سرکاری ملازمین نکال دیئے جائیں تو باقی آدھے رہ جاتے ہیں۔ ہمارے ملازمین بھی چاہتے ہیں کام کرنے کی تنخواہ گھر میں ملے' گھر میں اس لیے ملنا چاہیے کہ وہ تنخواہ اتنی کم ہوتی ہے کہ خود جا کر لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ خواجہ ناظم الدین کے دور میں آٹے کی قلت پیدا ہوئی تو انہیں قائد قلت کہا جانے لگا' اب تو ہر چیز کی قلت ہیں یہاں تک کہ قائد کی بھی۔ چند سالوں تک تو یہ حالت ہو جائے گی کہ لوگ روٹی ایک دوسرے کو تحفے میں دیا کریں گے۔

بڑے بڑے سیاستدان جو اولاد کو اور اس کے ہر کام کو جائز سمجھتے ہیں الیکشن میں ایک

دوسرے سے نہیں جیتتے عوام سے جیتتے ہیں۔ حکومت کی مدت پانچ سال اس لئے ہے کہ الیکشن میں لیڈروں نے جو وعدے کئے ہوتے ہیں انہیں یاد کرنے میں پانچ سال تو لگ ہی جاتے ہیں وہ عوام کے لئے پلان بناتے ہیں۔ ایک ماہر اقتصادیات نے ہمیں پلان اور بجٹ کا یہ فرق بتایا کہ پلان اسے کہتے ہیں' جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں اور جس وجہ سے نہیں کر پاتے اسے بجٹ کہتے ہیں۔ لوگوں کو حکومت سے اتنی شکایتیں ہیں کہ اگر شکایت ٹیکس لگا دیا جائے تو بجٹ کا خسارہ پورا ہو جائے' لیکن پچھلے دنوں زخمی ہسپتال پوری بڑے خوش تھے۔ پہلے وہ سمجھتے تھے حکومت غریب عوام کے لئے کچھ نہیں کرتی' پھر انہوں نے اخبار میں یہ خبر پڑھی کہ اب پاکستان میں ویڈیو فون آ گئے ہیں' اس پر موصوف بڑے خوش ہوئے کہ پہلے رانگ نمبر سنا کرتے تھے' اب دیکھا کریں گے۔

URDU4U.COM

مارکوس نے کہا تھا' عورت کا اصل مقام بستر ہے۔ اس پر مارکوس کو عورتوں نے کوس کوس کر مار دیا۔ ہمارے خیال میں گھر میں عورت کا مقام اس جگہ پر ہے جہاں ٹیلیفون پڑا ہوتا ہے۔ دوری سے محبت اور ٹیلیفون بل بڑھتا ہے۔ ہمارے ہاں سب سے زیادہ باتیں ٹیلیفون اور ٹیلیویژن پر ہوتی ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فون بند کرنے کا ابھی تک بٹن ایجاد نہیں ہوا البتہ ہم نے فون بند کرنے کا طریقہ دریافت کر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لڑکی بات کر رہی ہو تو غور سے سنیں ------ جب آپ جواب دینے لگیں تو اپنے کسی جملے کے درمیان یکدم انگلی سے لائن کاٹ دیں۔ بیچارے ٹیلیفون والوں کو گالیاں پڑیں گی' کسی بور کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے گا کہ کوئی اپنی گفتگو کے دوران بھی فون کاٹ سکتا ہے۔ ٹی وی تو ساری رات چلتا رہتا ہے اور اگلے دن پھر وہیں کا وہیں ہوتا ہے۔ ٹی وی ٹاک اس ٹاک کو کہتے ہیں جس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ کہتے ہیں بچہ وہ ہوتا ہے جو بلوغت اور ٹی وی کے درمیان ہوتا ہے۔ امریکہ میں اتنے غسل خانے نہیں جتنے ٹی وی ہیں۔ ہمارے ایک نقاد نے ٹی وی اور سینما کا فرق یہ بتایا تھا کہ ٹی وی فلموں سے بہتر ہے کہ یہ باتھ روم سے زیادہ دور نہیں ہوتا۔ بی وی کے بعد ٹی وی گھر میں سب لاتے ہیں کہ گھر میں کچھ تو دیکھنے والا ہو۔

ٹی وی تو حکومت کی آنکھ ہے یہ دیکھنے والی نہیں دکھانے والی آنکھ ہے۔ گھر میں ہیڈ وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول ہو اور ملک کا ہیڈ بھی وہی ہوتا ہے۔ اب تو خیر لوڈ شیڈنگ کا یہ عالم ہے کہ آئندہ ٹی وی موم بتی کی روشنی میں دیکھا کریں گے' البتہ ویڈیو فون کو ٹی وی پر یہ برتری حاصل ہے کہ اس پر نو بجے خبرنامہ تو نہیں آئے گا۔ زخمی ہسپتال پوری صاحب نے بتایا کہ اس فون پر گھر کال کرو گے تو بیوی کی تصویر بھی آئے گی۔ عرض کیا "اگر اپنی ہی بیوی کی تصویر آئے گی تو پھر اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت۔" ویسے زخمی صاحب کو اس کا فائدہ ہی ہو گا' کیونکہ انہوں نے ایک بار فون کیا اور کہا "میری جان! یہ تم بول رہی ہو؟" بیوی بولی "ہاں! پر آپ کون ہیں؟" ویسے موصوف بیوی کو فون کرنے جا رہے ہوں تو یہی کہتے ہیں فون سننے جا رہا ہوں۔ پچھلے دنوں ایک ادبی تقریب میں وہ ایک ابھری ہوئی شاعر ہ کو کہہ رہے تھے "محترمہ! میں ٹیلیفون پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں کیا مجھے آپ کا نمبر مل سکتا ہے؟" فرماتے ہیں "دفتر میں باس پرسنل کال نہیں کرنے دیتا اور گھر میں بیوی نہیں کرنے دیتی۔" رانگ نمبر کے بارے میں کہتے ہیں اگر بیوی صرف دس منٹ فون پر بات کرکے بند کر دے تو اس کا مطلب ہے رانگ نمبر تھا۔ ان کے خیال میں پہلے فون کا تعلق سنی سنائی سے تھا اب دیکھا دکھائی پر ہو گا۔ ہم نے پوچھا "یہ فون رنگین ہو گا یا بلیک وائٹ؟" بولے "یہ اس پر منحصر ہے کہ آپ کسے کر رہے ہیں؟" وہ اس سہولت کو صنعت مراعات ال بینظیر کہتے ہیں' لیکن ہمارے ایک تاجر دوست اس ترقی پر خوش نہیں۔ کہتے ہیں اس سے کسی کو فائدہ نہ ہو گا' سوائے میک اپ کا سامان بیچنے والوں کے۔ ان کے بقول حالات اتنے برے ہیں کہ انہیں اپنی ہنڈا کارڈ خود ہی ڈرائیو کرنا پڑتی ہے۔ ہم انہیں غریب نہیں مانتے کہ غریبی ایسی چیز ہے جسے آپ دولت سے حاصل نہیں کر سکتے۔ غریب کو ترکاری مشکل سے ملتی ہے امیر کو "تر" کاری میں بھی کوئی مشکل نہیں۔ جیسے ایک افریقی ڈاکٹر نے اپنے مرحوم مریض کا بل اس کے وکیل کو پیش کیا اور پوچھا "کیا اس کی تصدیق عدالت سے کرانا ضروری ہے؟" وکیل نے کہا

"اس کی ضرورت نہیں' اس کی موت ہی اس بات کی تصدیق ہے کہ وہ آپ کے زیر علاج رہا ہے۔" سو عوام کی حالت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ عوامی حکومت ہے۔

URDU4U.COM

○○○

• نموناً لیزا

جس بندے کو یہ پتہ ہو کہ اسے کس وقت اور کس دن مرنا ہے' وہ یا تو ولی اللہ ہوتا ہے یا کوئی قاتل ڈاکو جسے یہ جج بتاتا ہے۔ جہاں تک شاعروں کا تعلق ہے' وہ تو ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں بشرطیکہ "وجہ" کسی قابل ہو۔ ہم نے ایک ماہر اموات سے پوچھا "شاعروں میں ڈیتھ ریٹ کیا ہے؟" کہا "وہی جو دوسروں میں ہے' ایک موت فی فرد۔" ایک عرصے سے ہمارے ہاں بڑا شاعر ہونے کی واحد کوالیفیکیشن اس کا مردہ ہونا رہی ہے۔ ہم خود جس شاعر کے بارے میں انیس ناگی یا ظفر اقبال کے منہ سے کلمہ خیر سن لیں' ہمیں لگتا ہے اب یہ نہیں بچے گا۔ ہم نے ایک آمر کے بارے میں لکھا تھا کہ اس نے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو کچھ کیا' اس میں سب سے اہم اس کا مرنا تھا۔ ایسے ہی ادب کی خدمت کرنے کے لئے معروف شاعر نعمت سانگلوی صاحب اپنی دوسری برسی منوا رہے ہیں' یہ واحد شاعر ہیں جن کی برسی ان کی زندگی میں منائی جاتی ہے۔ یہ ان کی دوسری برسی ہے مگر ان کا کلام پڑھ کر لگتا ہے یہ برسی کئی برس پہلے ہی شروع ہو جانا چاہیے تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق وہ کفن پہن کر "صورت فاتح" اپنی یاد میں نظم سنائیں گے جو انہوں نے یاد کر لی ہے۔ اگرچہ ان کی یادداشت ایسی ہے کہ ڈر لگتا ہے کسی دن سانس لینا نہ بھول جائیں۔ ہمارے ایک نقاد کی طرح جو باغ میں سیر کر رہے تھے' آگے سے بیٹا ملا۔ اس نے سلام کیا تو بولے "جیتے رہو تمہارے والد آج کل کہاں ہوتے ہیں؟" نعمت سانگلوی صاحب نے بھی ایک بار مشاعرے پر جاتے ہوئے شاعری کا بورا دروازے سے باہر رکھا تا کہ لے جانا یاد رہے۔ باہر نکلے تو بورا دیکھ کر محلے والوں سے پوچھنے لگے' یہ بورا کس نے رکھا ہے؟ ------ اخبار کے مطابق ان کا کلام بوروں میں بھر کر محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ ایک بور کا کلام کتنے بوروں میں بھر سکتا ہے۔ بہرحال کلام کو بوروں

میں بھر کر لوگوں کو "محفوظ" کر لیا گیا ہے۔ موصوف کو ہم پہلے نہیں جانتے لیکن پتہ چلا ہے کہ ان میں شروع ہی سے مرحوموں والی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جس گھر میں رہتے ہیں' اس گھر میں وہی رہ سکتے ہیں اور جیسی شاعری وہ کرتے ہیں بس وہی کر سکتے ہیں۔ غربت کی وجہ سے ان کی شاعری کی کتابیں نہ چھپیں' صاحب اگر کوئی کتاب ابھی تک نہیں چھپی تو پھر ان کی برسی کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

URDU4U.COM

ہمارے ہاں کچھ شاعروں کی تاریخ وفات دراصل ان کے دیوان کی تاریخ اشاعت ہوتی ہے۔ کچھ ادیب مر کر ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ ویسے کچھ ادیبوں شاعروں کا بر وقت مر جانا بھی ادب کی خدمت ہے۔ جیسے ہدایت کار ڈیوڈلین نے نئے اداکار سے کہا "میں نے تمہارے ساتھ فلم میں بڑا احسان یہی کیا ہے کہ تمہیں پہلی ریل میں ہی مروا دیا ہے۔"

نعمت سانگلوی صاحب کی شہرت ان سے دور دور پھیلی ہوئی ہے۔ ویسے بھی جس شاعر کی اپنے گھر میں عزت ہے' اس کا یہی مطلب ہے کہ گھر والے اسے شاعر نہیں مانتے۔ نعمت صاحب کہتے ہیں "میں شعر سنا رہا ہوں تو لوگ اٹھ کر جائیں تو میں نہیں گھبراتا' البتہ تب گھبراتا ہوں جب لوگ اٹھ کر میری طرف آتے ہیں۔" ہمارے ہاں بزرگ شعراء اپنی سالگرہ مناتے صرف اسی خوشی میں کہ سال گزر گیا' ہم نہیں گزرے۔ یہ الگ بات ہے کہ حسب توفیق بٹ ان کے تعزیتی اجلاسوں کے لئے مہمان خصوصی ڈھونڈ بھی چکے ہوتے ہیں۔ نعمت سانگلوی صاحب کی پہلی برسی کا سن کر سب سے زیادہ خوش ان کے پڑوسی ہوئے تھے۔ جنہیں بعد میں بتا دیا گیا کہ یہ حقیقی برسی نہیں۔ جیسے اسٹیج کے ایک اداکار نے مرنے کا سین ایسا کیا کہ ہال میں بیٹھے لوگ رونے لگے۔ کسی نے پوچھا "آپ رو کیوں رہے ہیں؟ وہ مرا تو نہیں ایکٹنگ کر رہا ہے۔" ان میں سے ایک بولا "اسی لئے رو رہے ہیں۔" یوں بھی دنیا میں سب سے برے پڑوسی آپ کے ہمسائے ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے شاعر اصغر چوہانوی صاحب نے بھی اپنی برسی منانے کا پروگرام بنایا تھا مگر

وہ اپنی پہلی برسی تک زندہ نہ رہے۔ یوں ان کی برسی نہ منائی جا سکی۔ چوہانوی صاحب کے بارے میں نقادوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ انہوں نے شہرت چوہے پکڑنے سے حاصل کی' حالانکہ انہوں نے دنیا کی مختصر ترین کتاب "عورتوں کے بارے میں مردوں کا علم" لکھی۔ پھر انہوں نے کتاب لکھی "عورتوں پر حکومت کرنے کے طریقے" ------ مگر چھپوا نہ سکے کیونکہ بیوی نے انہیں کتاب چھپوانے کی اجازت نہ دی۔ بیوی کی وفات پر انہوں نے بیوی کی یاد میں قریبی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کا عطیہ دیا تھا تا کہ اس کی یاد آتی رہے۔ لیکن نعمت سانگلوی صاحب ان خوش نصیب شاعر وں میں سے ہیں جو اپنی برسی منانے میں کامیاب ہوئے' ورنہ شاعر وں کی زندگی میں اگر کوئی برسی ہے تو بیگم ہی برسی ہے۔

جو بات دنیا کا کمزور سے کمزور بندہ بھی یقین سے کہہ سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مر مر سکتا ہوں۔ مرنا اور محبت کرنا دونوں ایک جیسے کام ہیں۔ دونوں صورتوں میں جس پر جو گزرتی ہے' وہی جانتا ہے۔ اسی لئے محبت کرنے کو کسی پر مرنا کہتے ہیں۔ نعمت سانگلوی صاحب کو برسی سے جتنی شہرت اور عزت مل رہی ہے۔ صاحب مرنے سے اگر اتنی عزت اور شہرت ملتی ہے تو مرنا ہی بہتر ہے۔ معاشرہ بھی شاعر وں کے مرنے کے بعد ان کی اتنی عزت اس لئے کرتا ہے کہ سب عزت کرانے کے لئے یہی طریقہ اختیار کریں۔ کہتے ہیں جتنے ادیب شاعر اس سال مرے کبھی نہیں مرے۔ واقعی جو ادیب شاعر اس سال مرے' پہلے کبھی نہیں مرے۔ لیکن ہم مانتے ہیں کہ مر جانے والوں کی برسی نہیں منائی جاتی۔ برسی ان کی منائی جاتی ہے جنہوں نے زندہ رہنا ہو۔ سو نعمت سانگلوی صاحب کو ان کی دوسری برسی پر پہلی مبارکباد خوشی کا موقع ہے۔ ویسے بھی یہ نمونا لیزا واحد مردہ ہو گا جسے فوٹو گرافر تصویر بناتے وقت کہہ سکیں گے:

Smile Please!

• سالِ کبیرہ

صاحب جب سے شیخ زید بن سطان النہیان نے محکمہ "شادی پروری" کی طرف سے یہ اعلان کیا ہے کہ متحدہ عرب امارات میں جو مقامی لڑکی سے شادی کرے گا' اسے 19 ہزار ڈالر حکومت دے گی۔ کئی پاکستانی ہم سے پوچھ چکے ہیں کی فی شادی انیس ہزار ڈالر کی اس جاب کے لئے کیا ہم بھی اپلائی کر سکتے ہیں؟ وہ اس انعامی رقم پر حیران ہیں حالانکہ اس میں حیرانی والی کون سی بات ہے ملک و قوم پر جب کبھی مشکل وقت آن پڑے تو مصیبتیں اٹھانے اور قربانیاں دینے والوں کو انعام و اکرام ملتا ہی ہے۔ اب تو خیر سے حکومتیں ایسی ہیں کہ عوام کو اس بات پر ہی انعام ملنا چاہیے کہ وہ ایسی حکومت میں رہ رہے ہیں۔ ہندوؤں کو جس کسی کی سمجھ نہ آئے' اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں اور عربوں کو جس کی سمجھ نہ آئے' اس سے شادی کر لیتے ہیں۔ متحدہ عرب امارات وہ ملک ہے جس کا فی کس آمدنی و ازواجات کے لحاظ سے کوئی ملک مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہاں جس کی دو بیویاں ہوں' اسے غریب اور جس کی ایک ہو اسے عجیب و غریب سمجھا جاتا ہے۔ وہاں ایک لڑکی کو جاب نہیں مل رہی تھی۔ سہیلی نے کہا "جاب کے بغیر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو تنخواہ چاہتی ہو تو شادی کر لو۔" تو وہ بولی مجھے صرف آٹھ گھنٹے کی ملازمت چاہیے۔" اس حساب سے تو یہ انعام عورتوں کو ملنا چاہیے۔ مقامی خواتین نے اس پر احتجاج بھی کیا ہے کہ یہ انعام ہمیں ملنا چاہیے۔ جو یہاں کے مردوں سے شادیاں کرتی ہیں۔ عرب پتی تو پہلے ہی ارب پتی ہوتے ہیں لیکن لگتا ہے مقامی بیویوں کا وہاں کوئی مقام نہیں۔ اب ان کے گھروں کی "وسطی اشیاء" وسطی ایشیا کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ شیخ حضرات ولایتی بیویاں اس لئے پسند کرتے ہوں کہ وہ گھر کے ولایتی فرنیچر اور پردوں سے میچ کرتی ہیں یا ہماری طرح وہاں بھی مقامی "چیزوں" کی قدر نہیں' جسے مہدی حسن صاحب نے کہا تھا "جب تک ہم بھارت میں ہوتے ہیں'

بھگوان ہوتے ہیں پاکستان آتے ہیں تو پھر میراثی کے میراثی۔" اگرچہ یہی شکایت یہاں کے بندروں کی بھی ہے۔ شیخ النہیان نے کہا "وطن سے محبت کا ثبوت دینے کے لئے مقامی عورتوں سے شادی کریں۔" ہم پاکستانی بھی عرب امارات کو ہر وقت اپنی محبت کا ثبوت دینے کو تیار رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے عرب ولایتی عورتوں سے شادیاں حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر کرتے ہوں جیسے ایک سکھ بتا رہا تھا کہ ہم جلیانوالہ باغ کے خونی حادثے کو ابھی تک نہیں بھولے' جہاں کہیں موقع ملے اس کا بدلہ چکاتے رہتے ہیں' ابھی کل ہی میرے بھائی نے انگریز عورت سے شادی کی ہے۔

URDU4U.COM

متحدہ عرب امارات میں دو طرح کی بیویاں ہیں' ایک پہلی طرح کی اور دوسری ہر طرح کی' البتہ مردوں کی وہاں شکلیں ایسی ہیں کہ دور سے ہی خاوند خاوند لگتے ہیں۔ وہاں امیر خاوند دولت بینکوں میں اور بیویاں بینکروں میں رکھتے ہیں۔ اپنی بیوی کے ساتھ وہاں پھرنا ایسے ہی جیسے ہمارے ہاں کیش لے کر گھومنا۔ شیخ صاحب کے بقول "مغربی ممالک کے دورے پر بیوی کو ساتھ لے جانا ایسے ہی ہے جیسے بندہ بوفے ڈنر پر جائے اور گھر سے برگر ساتھ لے کر آئے۔" ہمارے ہاں اکثر غریب خاوند امیر کنوارے رہ چکے ہوتے ہیں جبکہ وہاں تو غریب آدمی ایک بیوی افورڈ ہی نہیں کر سکتا۔ ہمارے لئے تو دوبئی دراصل دو بھئی ہے۔ وہاں کی مقامی عورتیں بڑی محنتی اور جفاکش ہوتی ہیں۔ وہ ایک من کا وزن اٹھا کر میلوں چل سکتی ہیں بشرطیکہ وہ زیور ہو۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا ہے کہ مقامی عورتوں سے وہ اس لئے شادی نہیں کرتے کہ ساتھ "ساس" بھی ملتی ہے۔ انسان قبل مسیح سے جن چیزوں سے سب سے زیادہ ڈرتا آیا ہے' وہ ہیں ------ زلزلے' سیلاب اور ساس۔ ہم نے ایک پنجابی ماہر لسانیات سے پوچھا "ساس واحد ہے یا جمع؟" کہا "مجمع" وہ بھی یوں کہا' ہمیں لگا کہہ رہا ہے "مج مع"

صاحب! حضرت آدم جنت میں رہتے تھے۔ اس کا یقین یہ سن کر ہی آ جاتا ہے کہ ان کی ساس نہ تھی۔ ہماری مشہور شاعرہ کہتی ہے "میری ساس کو دن میں تین مرتبہ دورہ پڑتا جو میرے لئے بڑا تکلیف دہ ہوتا۔" پوچھا "کس چیز کا دورہ پڑتا؟" بولی "میرے

گھر کا دورہ۔" وہ کہتی ہے "میری ساس کا سر کالا ہے۔" یاد رہے اس کی بال کالے نہیں۔ اس نے زندگی میں صرف یہی اچھا کام کیا کہ اس نے میری شادی کی مخالفت کی تھی۔ اپنی ساس کا حلیہ بتاتے ہوئے کہنے لگی "صوفیہ لورین کی فگر اور شکل نکال دو تو جو بچتا ہے وہ میری ساس ہے۔" ہم نے جب کسی کو اپنی ساس کا حلیہ بتاتے سنا وہ مزاح نگار ہی لگا۔ ویسے ساس اور سیاستدانوں کے بارے میں جتنے لطیفے ہیں اس حساب سے انہیں بالترتیب ام لطیفہ اور ابو لطیفہ کہنا چاہیے۔ ہمارا ایک دوست کہہ رہا تھا "میں ساس کو دیکھنے لاہور جا رہا ہوں۔" ہم نے کہا "آپ کی ساس تو گوجرانوالہ رہتی ہے۔" بولے "ہاں رہتی تو گوجرانوالہ میں ہے مگر لاہور سے اچھی دکھتی ہے۔" اس کی ناخوش دامن اتنا بولتی ہے کہ اس کے بقول "وہ اپنے نقلی دانت نکال کر پانی میں رکھتی ہے تو دس منٹ تک ہلتے رہتے ہیں۔" کہنے لگے "سچ ہے مصیبت اکیلی نہیں آتی' میرا والد فوت ہوا اور میری ساس تعزیت کرنے آ گئی۔" ایک عرب رائٹر گھر آیا تو بیوی نے بتایا "آج بڑی عجیب بات ہوئی' میری ماں نیچے سے گزر رہی تھی کہ اوپر سے کلاک آ کے گرا' اگر وہ ایک منٹ پہلے گرتا تو میری ماں کا سر پھٹ جاتا۔" تو رائٹر غصے سے بولا "تمہیں صبح جاتے ہوئے میں نے کہا تھا' کلاک ٹھیک کر لینا ایک منٹ پیچھے ہے۔" سیاستدان نہ ہوتے تو کیسے پتہ چلتا کہ کس بات پر ایک دوسرے کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرنا ہے۔ ساس اور سیاست دان وہ مسئلے حل کرتے ہیں جو پیدا نہ ہوتے اگر یہ نہ ہوتے تو ------ ساس گھر میں وہی رول ادا کرتی ہے جو ملک میں سیاست دان ادا کرتے ہیں۔ یوں سیاست دان "ساس کبیرہ" ہوتے ہیں۔ یہ دونوں تب ٹھیک کہہ رہے ہوتے ہیں جب کہیں کہ وہ ٹھیک نہیں۔

کہتے ہیں ایک یہودی رہنما کے لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ باپ نے کہا میرے بیٹے تم ابھی اتنے عاقل نہیں ہوئے کہ تمہاری شادی کی جائے کہا "میں عاقل و دانا کب ہو جاؤں گا؟" کہا "جب تمہارے دل میں شادی کی خواہش

ختم ہو جائے گی۔" لیکن متحدہ عرب امارات میں 19 ہزار ڈالر کا انعام لینے کے لئے عاقل و دانا ضروری نہیں، صرف عورت کا خاوند ہونا ضروری ہے، کیونکہ بیوقوف اور دانا دونوں شادی کر لیں تو سال بعد پتہ ہی نہیں چلتا کہ دونوں میں سے دانا کون ہے؟ بہرحال اگر سلطان النہیان صاحب چاہتے ہیں کہ مقامی عورتوں سے شادیاں ہوں تو انتظام کریں کہ ساسیں نہ ہوں کیونکہ امریکہ میں ایک صحافی نے پوچھا "آپ کے ہاں دوسری شادی کرنے پر سزا نہیں ملتی؟" تو ایک شیخ بولے "ملتی کیوں نہیں، ملتی ہے دوسری ساس۔"

○○○

• "شاہ عالمی" کانفرنس

جب سے ادب میں ڈاکٹر آئے ہیں ادب مریض لگنے لگا ہے لیکن ڈاکٹر خواجہ زکریا ایسے ڈاکٹر ہیں جنہیں اپنی جملہ صحت سے زیادہ جملے کی صحت کی زیادہ فکر ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ادیبوں کی عالمی کانفرنس پر جو ادیب آئے ہیں وہ عالمی کم اور "شاہ عالمی" ادیب زیادہ ہیں۔ خواجہ صاحب بزرگ ہیں' ویسے بھی جوں جوں بندے کے دانت گرتے جاتے ہیں وہ زیادہ کاٹنے لگتا ہے۔ پھر وہ استاد ہیں اور استاد "لاجواب" ہوتے ہیں یعنی ہمارے پاس ان کے لئے کوئی جواب نہیں۔ ہم تو اسی پر خوش ہیں کہ فخر زمان نے اسلام آباد میں اتنے ادیب بلوا ہی لئے۔ اسلام آباد ایسا شہر ہے کہ وہاں چند دن رہنے کے بعد منو بھائی کے بیٹے نے کہا تھا "ابو ہم واپس پاکستان کب جائیں گے؟" وہاں جا کر تو مقامی ادیب بھی خود کو غیر ملکی سمجھنے لگتے ہیں کم از کم ان کی باتوں سے یہی لگتا ہے۔ فخر زمان کے بارے میں ہماری رائے سے آپ یہ اندازہ نہ لگائیں' ہماری مظہر الاسلام کے بارے میں بھی بڑی اچھی رائے تھی پھر ہم نے ان کی کتابیں پڑھ لیں۔ ہمارے گھر میں فخر زمان کی سب کتابیں موجود ہیں جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ ہمیں پسند ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم گھر میں ایسی کتابیں نہیں رکھتے جنہیں کوئی ادھار مانگ لے کر جائے یا چوری ہو جائیں۔ ان کی کتابوں میں بڑی خوبیاں ہیں' اگر ہمیں ایک بھی یاد نہیں آ رہی تو اس میں ان کی کتابوں کا نہیں ہمارے حافظے کا قصور ہے۔ اس عمر میں وہی چیز بھولتی ہے جو یاد رکھنا ہوتی ہے جو بھولنا ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے۔ بہرحال فخر زمان صاحب نے وہ کام کئے جو عام ادیب نہیں کر سکتا' بلکہ ادیب تو کر ہی نہیں سکتا۔

بڑے سے بڑا ادیب ایک اچھے سیاستدان سے برا نہیں ہوتا۔ ادیبوں کو ملنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ضیاء محی الدین کہتے ہیں

"ن م راشد سے ملا تو پتہ چلا جسے میں اردو شاعر ی سمجھتا رہا وہ اصل میں ہائے اوئی اللہ قسم کی چیز ہے اور اردو شاعر ی میں اچھی شاعر ی اتنی بہت سی نہیں۔" ہم ن م راشد سے نہیں ملے سو ہم ابھی تک اس سب کو اردو شاعر ی سمجھتے ہیں' یہی نہیں ہم تو سمجھتے ہیں جس بات پر اردو والے شعر کہہ دیتے ہیں پشتو والے گولی مار دیتے ہیں۔ ہم جھوٹ نہیں بولتے' اردو بولتے ہیں' ہمیں مارکس کی طرح یہ نظم پسند ہے "تیس دن ستمبر کے ------" اس لئے کہ یہ کچھ تو بتاتی ہے۔ "خدا کی بستی" والے شوکت صدیقی کہتے ہیں "فخر زمان کو ادب کی نامور شخصیت پتہ نہیں کیوں کہا گیا ہے میں نے تو ان کا ایک چھوٹا سا مجموعہ دیکھا ہے۔" کچھ لوگوں نے واقعی شوکت صدیقی سے پوچھے بغیر فخر زمان کو نامور ادیب شاعر کہنا شروع کردیا ہے۔ ہم بھی عرصہ سے شوکت صدیقی سے پوچھے بغیر وارث شاہ کو عظیم شاعر کہتے آ رہے ہیں۔ بقول خامہ بگوش فخر زمان تو وارث شاہ اور بلھے شاہ کے لیول کے شاعر ہیں۔ صاحب ہمارے خیال میں تو ان سے بھی بہتر ہیں کہ یہ ابھی زندہ ہیں۔ پھر جتنے علمی' ادبی' ثقافتی اداروں کے یہ سربراہ ہیں۔ وارث شاہ اور بلھے شاہ کو تو اتنے نام بھی نہ آتے تھے۔ کہتے ہیں والدین بچوں کے لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ فطرت ہے اور جو کچھ بچے والدین کے ساتھ کرتے ہیں وہ کلچر ہے' ہم یہی سمجھتے رہے کہ شازیہ خشک اور فخر زمان جو کر رہے ہیں وہی کلچر ہے۔ فخر زمان صاحب دکھاوے کے قائل نہیں' بہت ذہین ہیں۔ مگر کیا مجال کہ شکل سے پتہ لگنے دیں۔ پی پی پی کے اچھے مقرر ہیں اور اسی کام پر مقرر ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ان کی شاعر ی خواب دکھاتی ہے ہمیں تو ان کی شاعر ی پڑھ کر کبھی نیند نہیں آئی۔ عالمی کانفرنس کے موقع پر انہوں نے مزاحمتی ادب کئی جلدوں میں شائع کروایا ہے بقول خامہ بگوش وہ تحریر جو ادب کی راہ میں مزاحم ہو اسے مزاحمتی ادب کہتے ہیں۔ انہوں نے کانفرنس پر بھی مزاحمتی ادیب زیادہ بلائے یعنی وہ ادیب جن کی طرف سے مزاحمت کا ڈر تھا۔ عالمی کانفرنس کے موقع پر کچھ مقامی شاعر وں کی شاعر ی کا انگریزی میں ترجمہ

پیش کیا گیا جس سے ان کی شاعر ی کا اوریجنل مزا آ گیا' ہماری خواہش ہے اس موقع پر ایک ڈکشنری شائع ہو جاتی۔ ایک ڈکشنری ہم ڈاک خانے والوں کو بھیج دیتے کہ وہ لفظ "ارجنٹ میل سروس" کا مطلب دیکھ لیتے اور ایک ہم "پرائڈ آف پرفارمنس" کا مطلب دیکھنے کے لئے رکھ لیتے تا کہ پتہ چل سکے کہ حکومت آپ کی ادبی صلاحیتوں پر انعام دیتی ہے یا آپ کی ادبی صلاحیتوں پر جرمانہ ادا کرتی ہے۔

URDU4U.COM

خامہ بگوش نے فخر زمان کو ادب و ثقافت کا رستم زمان کہا۔ واقعی جس بنا پر رستم زمان اکھاڑے میں زندہ رہا اسی وجہ سے یہ ادب میں زندہ ہیں۔ انعام الحق جاوید نے کہا تھا میں نے شاعر ی کی خاطر پہلوانی چھوڑ دی۔ ہم نے کہا پہلوانی شاعر ی کا یہ احسان نہیں بھولے گی۔ انعام الحق جاوید چاہتے تو پہلوانی کی بجائے شاعر ی پر احسان کر سکتے تھے۔ ایسے ہی فخر زمان صاحب نے سیاست پر ادب کو ترجیح دے کر سیاست پر احسان کیا ہے۔ ان کی صحت دیکھ کر اب میں صحت مندانہ رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ہم انہیں شہنشاہ ادب و ثقافت مانتے ہیں ادب و ثقافت کو وہ وہی توجہ دیتے ہیں جو شہنشاہ ملکہ کو دیتے ہیں کبھی کبھی سلوک بھی وہی کرتے ہیں۔ ضمیر جعفری صاحب نے جب کشور ناہید کو ملکہ ثقافت قرار دیا تو ہم نے کہا اس سے اس کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ہماری ثقافت بہت قدیم ہے۔ ہمارے بیوروکریٹس کی زندگی میں فیصلے کا سب سے مشکل مرحلہ تب آتا ہے جب ان کا خاص ملازم آ کر کہتا ہے' صاحب چائے چاہیے یا کافی؟

------ شہنشاہ ادب و ثقافت کو عالمی کانفرنس کے انعقاد پر سب سے مشکل مرحلہ مقامی ادیبوں کے انتخاب میں آیا۔ ادب میں انتخاب کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس کا ادب کرنا چاہو اس کا انتخاب کر لو۔ پاکستان وہ ملک ہے جس میں چھوٹے ادیب اور چھوٹے لیڈر تو پیدا ہونے بند ہی ہو گئے ہیں۔ بڑے شاعر وں ادیبوں کو اتنی بہتات ہے کہ اتنے تو ہمارے ہاں آلو نہیں ہوتے۔ فخر زمان صاحب کو بین الاقوامی ادیب ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہیں ہوئی کئی ایک تو پاک ٹی ہاؤس سے مل گئے باقی اخباروں سے۔ ہمارے ہاں بڑے ادیبوں کی تحریریں پڑھ کر پتہ نہیں چلتا کہ وہ بڑے ہیں' اخبار پڑھ کر پتہ

چلتا ہے۔ ہمیں ایک منتظم نے بتایا "اس کانفرنس میں نوبل پرائز یافتہ ادیب بھی آئیں گے انشاء اللہ" ہم نے کہا "مثلاً" بولے "فخر زماں نوبل پرائز انشاء اللہ" ------ مشتاق احمد یوسفی صاحب نے ایک بار ضیاء محی الدین شو میں کہا تھا "ضیاء صاحب آپ اپنے پروگرام میں ان مردوں کو چھانٹ چھانٹ کر لاتے ہیں جن کی شکلیں آپ سے بھی گئی گزری ہوں۔" لیکن فخر زمان صاحب نے کوئی شاہ عالمی ادیب نہیں بلایا بلکہ اتنا سخت ادبی معیار رکھا کہ اگر وہ خود اتنے علمی و ادبی ثقافتی اداروں کے سربراہ نہ ہوتے تو صرف کتابوں کے مصنف ہونے پر انہیں بھی اس کانفرنس میں مدعو نہ کیا جاتا۔

○ ○ ○

- لاؤڈ اسپیکر

پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر منظور موہل صاحب نے اپنے اخباری انٹرویو میں فرمایا ہے کہ میں وزیراعلیٰ عارف نکئی صاحب کو چار ماہ دیتا ہوں اگر وہ کرپٹ ہوئے تو ان کے خلاف بھی تحریک چلاؤں گا۔ اگرچہ منظور صاحب تو گاڑی بھی یوں چلاتے ہیں جیسے تحریک چلا رہے ہوں اور ان کی تحریک یوں چلتی ہے جیسے نوابزادہ نصراللہ صاحب کا دماغ چلتا ہے۔ لیکن سمجھ نہیں آئی کہ انہوں نے نکئی صاحب کو کرپٹ ہونے کے لئے چار ماہ کا مارجن کیوں دیا بہرحال ہمیں تو نکئی صاحب سے بڑی امیدیں ہیں دیکھنے میں تو وہ خود بھی امید سے لگتے ہیں۔ ہو سکتا ہے موہل صاحب نے انہیں چانس دیا ہو جیسے ایک بندے نے ساس کو قتل کرنے کی کوشش کی' وہ بچ گئی۔ عدالت میں جج نے وکیل کے دلائل کی روشنی میں ملزم سے رعایت کرتے ہوئے اسے قید کی بجائے جرمانے کی سزا سنائی۔ کسی نے پوچھا "اس نرمی کی وجہ؟" جج نے کہا "میں اسے ایک چانس دینا چاہتا ہوں۔" ویسے ہماری سیاست ایسی ہو گئی ہے کہ جو وزیر چار ماہ تک کرپشن نہ کرے لوگ سمجھنے لگتے ہیں یہ بااختیار وزیر نہیں ہے۔ بقول یوسفی آج کل کے حالات پر جو شخص بلڈ پریشر اور گالی کے بغیر گفتگو کرتا ہے وہ یا تو ولی اللہ ہے یا خود ان حالات کا ذمہ دار ہے۔ یوں بھی آج کل پارٹی کو جس سیاستدان پر اختیار نہ ہو' اس کے ادھر ادھر ہونے کا ڈر ہو اسے ادھر ادھر کرنے کے لئے وزیر بنا دیتے ہیں۔ جو ایسے ہی ہے جیسے ایک باس نے آفس بوائے کو ڈانٹتے ہوئے کہا:

"تمہیں شرم آنا چاہیے' جانتے ہو جو آفس بوائے جھوٹ بولے ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟"

"جانتا ہوں جنا! فرم اس کی پرموشن کرکے سیلز مین بنا کر فیلڈ میں بھیج دیتی ہے۔" آفس بوائے بولا۔

URDU4U.COM

ہمیں سپیکروں کی قدر و "قیمت" کا اندازہ پچھلے دنوں الیکٹرونکس کی دکان پر ہوا جب اپنی گاڑی کے لئے سپیکر لینے گئے۔ ہم نے سپیکر دیکھ کر کہا "ہمارے ہاں اب سپیکر بھی دو نمبر ملنے لگے ہیں۔" تو دوکاندار نے ہمارے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آہستہ بولو اس سے ان کا استحقاق مجروح ہو سکتا ہے۔" صاحب یہاں دو نمبر سپیکر سے مراد ڈپٹی سپیکر نہیں، ہمیں ڈپٹی سپیکر کے فرائض کا تو علم نہیں امریکی نائب صدر جیسے ہوں گے۔ امریکی نائب صدر کے فرائض میں صبح صبح اٹھ کر وائٹ ہاؤس فون کرکے یہ پتہ کرنا ہوتا ہے کہ صدر کی طبیعت ٹھیک ہے یا نہیں۔

منظور موہل صاحب کا لہجہ ایسا ہے کہ جس کے ساتھ تلخی سے پیش نہ آئیں وہ سمجھتا ہے ان کی طبیعت خراب ہے۔ ایک صاحب بولے وہ زیادہ تر غصے میں ہوتے ہیں۔ دوسرے بولے وہ زیادہ "تر" تب ہوتے ہیں جب غصے میں ہوں۔ ہمیں تو اتنا پتہ ہے اخبار اور موہل صاحب روز بھرے ہی ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں ان کی مسز کا انٹرویو چھپا جس میں انہوں نے بتایا کہ موہل صاحب کو کریلے بہت پسند ہیں، گھر اور سکول میں ہمیں بھی یہی ملا کرتا تھا۔ یاد رہے ہمارے ہاں سب سے زیادہ انڈے فارمی مرغیاں اور دیسی سکول ماسٹر دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتایا کہ منظور موہل صاحب ناک سے دھواں بھی نکالتے ہیں، ہم نے کہا یہ کونسا مشکل ہے۔ ہمارے ہمارے نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب بھی حقہ پیتے ہیں تو ناک سے دھواں نکالتے ہیں۔ کہنے لگے "موہل صاحب تب بھی نکالتے ہیں جب حقہ پی نہ رہے ہوں۔" صحافی کہتے ہیں موہل صاحب کو دیکھو تو ان کے چہرے پر سب سے پہلے ذہانت نظر آتی ہے۔ ہم نے دیکھا تو ہمیں عینک نظر آئی۔ امریکی صدر جانسن نے کہا تھا "اس بندے کا اعتبار نہ کرو جس کی آنکھیں اس کی ناک کے قریب ہوں۔" ان کی عینک ان کی ناک کو کانوں سے ملاتی ہے۔ موہل صاحب بولتے بہت زیادہ ہیں پر باتیں زیادہ نہیں کرتے۔ ہم نے ایک رکن پنجاب اسمبلی سے پوچھا "خود کلامی کسے کہتے ہیں؟" کہنے لگا "منظور موہل سے بات کرنے کو خود کلامی کہتے ہیں۔" لوگ کہتے ہیں وہ بلا وجہ لڑنے لگتے ہیں۔ تو صاحب اس میں برائی کیا ہے؟ بڑے بڑے

دانشور کہتے ہیں لڑنے کے لئے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ صلح کے لئے ہوتی ہے۔ ایسے ایک سیاست دان کے بارے میں اس کی بیوی نے کہا تھا:

URDU4U.COM

He Lives Five Smiles away from me.

منظور موہل صاحب نے منظور وٹو کے مقدر کو مکدر کیا۔ وٹو صاحب نے 7 کروڑ 13 لاکھ کے صوابدیدی فنڈ کو ثوابدیدی فنڈ سمجھا اور یوں استعمال کیا جیسے نواز شریف صاحب عقل استعمال کرتے ہیں۔ وٹو صاحب اس طالب علم کی روح تھے جس نے بیان دیا تھا "میں ڈاکٹر بن کر دکھی انسانیت کی خدمت کروں گا۔" جب وہ ڈاکٹر بنا تو کسی نے پوچھا "اب آپ کا وعدہ کیا ہوا؟" ڈاکٹر بولا "ہم ڈاکٹر اب بھی دکھی انسانیت کی خدمت ہی کر رہے ہیں۔ ہوا دراصل یہ ہے کہ ڈاکٹر بنتے بنتے ہم دکھی ہو جاتے ہیں کہ اپنی خدمت کرنے کو ہی دکھی انسانیت کی خدمت سمجھنے لگتے ہیں۔" ایسے ہی حکمران اپنے حالات بہتر بنانے کو ملکی حالات بہتر بنانا سمجھ لیتے ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن کی جمع حوالات ہوتی ہے۔ بڑی پارٹی میں چھوٹے لیڈر ہوں تو وہ چل جاتی ہے۔ چھوٹی پارٹی میں بڑا لیڈر ہو تو اس کا چلنا مشکل ہے جتنا مکمل لباس ہیروئین کی فلم کا چلنا۔ وٹو صاحب کہتے ہیں میں جب تک وزیراعلیٰ رہا میں نے ایک دن بھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ ویسے ہم کونسا کہتے ہیں کہ سیاستدان غیر قانونی کام صرف دن کو ہی کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ سیاستدان ملک کو چلا رہے ہیں یا ملک سیاستدانوں کو چلا رہا ہے۔ بہرحال عارف نکئی کو صرف چار ماہ نہیں دینا چاہیے تھے' لیکن موہل صاحب ہر معاملے میں پرغضب اور پر تشویش ہوتے ہیں اور اکثر ٹھیک ہی ہوتے ہیں' اس شخص کی طرح جو ہر وقت اپنی صحت کے متعلق وہم کرتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی قبر پر لکھوایا تھا ------

"دیکھا میری تشویش بے سبب نہ تھی"

○ ◯ ○

- تا اطلاع "لاثانی"

صاحب! تا اطلاع لاثانی ٹھٹھہ اور سجول کے مچھلی فروشوں نے باقاعدہ احتجاج کر ہی دیا کہ اسمبلیوں میں سیاست دانوں کے دنگا فساد کو مچھلی منڈی کہنے سے ہمارے پیشے کی توہین ہوتی ہے اس سے تو لگتا ہے ہمارے طوائف الملوکی لکھنے پر بھی کل کلاں متعلقہ پیشے کی غیر مطلقہ بی بیاں احتجاج کر سکتی ہیں کہ یہ لکھنے سے ان کی عزت اور کم ہوئی ہے۔ کرنل محمد خان صاحب نے ایک بار ہوائی جہاز کے سفر کی روداد میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایئر ہوسٹس کو چڑیل کہہ دیا تو ایک نوجوان نے کہا یہ ایئر ہوسٹس کو چڑیل کس نے کہا ہے؟ جس پر پیچھے سے آواز آئی کہ یہ چڑیل کو ایئر ہوسٹس کس نے کہا ہے۔ اس حساب تو مچھلی فروشوں کا احتجاج تب بنتا تھا اگر لوگ مچھلی منڈی کو اسمبلی کہتے۔

انسان دو طرح کے ہوتے ہیں' ایک سیاست دان اور دوسرے خاموش طبع ۔ ہمارے ایک دوست کہہ رہے تھے' لگتا ہے بیٹا سیاست دان بنے گا کہ وہ یہ کہنے میں بھی دو گھنٹے لگا دیتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔ ہمیں آج تک اسمبلی میں ایک ہی رکن کی تقریر پسند آئی' اس تقریر کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہمیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایسے ہی ایک بار چرچل بجٹ تقریر میں اعداد و شمار سن رہے تھے انہوں نے دیکھا' ایک رکن ہیئرنگ ایڈ لگا کر بڑا سا سر آگے کو کئے توجہ سے سننے کی کوشش کر رہے ہیں تو چرچل نے ساتھ والے سے پوچھا یہ کون احمق ہے جسے قدرت نے جو موقع دیا اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ ان سے کسی نے پوچھا آپ نے اسمبلی میں کبھی غلطی کی؟ کہا "ایک بار" پوچھا "کیا ہوا تھا؟" بولے "میں نے غلطی نہیں کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ میں نے غلطی کی ہے۔"

پہلے رکن پنجاب اسمبلی پی ایل اے کہلاتے یعنی پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر۔ جب سے

یہاں لیجسلیشن کا کام ختم ہوا انہیں ایم پی اے یعنی پروانشل اسمبلی کہتے ہیں۔ ہم نے سیاست دانوں سے ہر بار سیکھا اکثر سبق ہی سیکھا۔ گرگٹ تک نے ان سے رنگ بدلنا سیکھا۔ رکن اسمبلی وہ ہوتا ہے جو سنجیدہ موضوع کو غیر سنجیدگی سے لیتا ہے اور غیر سنجیدہ موضوع پر سنجیدہ گفتگو کرتا ہے۔ ویسے مزاح نگار اور سیاست دان سنجیدہ بات کرے تو اس کا منہ سونگھنے کو دل چاہتا ہے۔

اچھے سیاستدان وہ ہوتے ہیں جنہوں نے جو کہنا ہوتا ہے اس کا نصف کہتے ہیں، یہی نہیں سنتے بھی اتنا ہی ہیں۔ سیاست دان اور شیطان غصے میں کم ہی آتے ہیں۔ غصے میں ہوں تو دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں سیاست دان ہر وقت جھوٹ بولتے رہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ کبھی کبھی وہ چپ بھی ہوتے ہیں۔

طلبہ کے لئے لڑنے کے لئے کالج، پہلوانوں کے لئے اکھاڑے اور لیڈروں کے لڑنے کیلئے جو اسٹیڈیم ہوتا ہے اسے اسمبلی کہتے ہیں۔ اسمبلی میں جب یہ کارروائی ڈال رہے ہوتے ہیں تو لگتا ہے فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے جس میں پاکستان کے سب سے مہنگے اداکار حصہ لے رہے ہیں۔ دنیا کے سب سے قیمتی رکن اسمبلی ہمارے ہاں ہیں ماشاء اللہ ایک ایک تین تین کروڑ کا ہے۔ اسمبلی وہ جگہ ہے جو اتفاق سے نہیں ہمیشہ اختلاف سے چلتی ہے وہاں حزب اختلاف کا وجود ایسے ہی ہے جیسے امریکی صدر جانسن نے کہا تھا کہ جس ٹاؤن میں ایک وکیل کا گزارا نہ ہو وہاں دو ہو جائیں تو ان کا گزارا بڑا اچھا ہو سکتا ہے۔

اسمبلی کو مچھلی منڈی کیوں کہتے ہیں؟ مچھلی اور سیاستدانوں میں ہمیں پتہ نہیں کیا قدر مشترک ہے کیونکہ ہمیں تو اتنا ہی علم ہے کہ ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کر دیتی ہے اور سارا جل ایک مچھلی کو صاف نہیں کر سکتا۔ ایک کنڈی سے مچھلیا پکڑنے والے نے بتایا کہ مچھلی منہ کھولتی ہے تو پکڑی جاتی ہے ہی بات سیاست دانوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ ہمیں تو اتنا علم ہے کہ بڑا ملک چلانا چھوٹی مچھلی تلنے کی طرح ہوتا ہے۔

اسے جتنا ہلاؤ اس کے خراب ہونے کے اتنے ہی زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔
ہمارے ہاں جمہوریت ہے۔ جمہوریت میں عوام اپنی مرضی سے آمر چنتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں انسان' انسان کا استحصال کرتا ہے اور جمہوریت میں اس کے الٹ ہوتا ہے۔
URDU4U.COM
جمہوریت میں کچھ نہ کہنے کے لئے بھی دو بار سوچنا پڑتا ہے۔ ہمارے ہاں تو کچھ نہ کہنے کے لئے بھی دوبارہ بولنا پڑتا ہے۔ اسمبلی کے بارے میں ہماری وہی رائے ہے جو ریگن کی کریملن کے بارے میں تھی کہ کریملن ایک بچے کی طرح ہے اس کی غذا کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور اس کی کوئی ذمہ داری بھی نہیں ہوتی۔ سیاستدان جب ایم این اے' ایم پی اے بنتے ہیں تو عوام کی طرف پشت کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ساری عوام ہمارے پیچھے ہے۔ سیاستدانوں کا کام مسئلے حل کرنا نہیں بس ان کی ترتیب بدلنا ہوتا ہے ویسے بھی اگر مسائل حل ہو گئے تو پھر سیاستدان کیا کریں گے یوں مسائل پیدا کرنا دراصل سیاستدان پیدا کرنا ہے۔
ہماری سیاست کو بہتر بنانے کے لئے ایک سیانے نے یہ مشورہ دیا تھا کہ کسی سیاست دان کو سیاست میں حصہ نہ لینے دیا جائے تبھی یہ بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ تو انسانی فسادات کو لاثانی فسادات بنا دیتے ہیں۔ لیڈر دیکھ کر قوم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جیسے نر سیما راؤ کو دیکھ کر سمجھ آ جاتا ہے کہ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں البتہ اپنے ہاں اسمبلی میں لوٹے دیکھ کر یہ سمجھ نہیں آتی کہ سیاستدان اسمبلی کو کیا سمجھتے ہیں بہرحال مچھلی فروشوں کی اس بات سے متفق ہیں کہ اسمبلی کو مچھلی منڈی کہنے سے منڈی کی پوزیشن خراب ہو رہی ہے کیونکہ منڈی میں ہر کسی کو پتہ ہوتا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے جبکہ اسمبلی میں ایسے ایم این اے' ایم پی اے ہیں کہ کھڑے ہونے سے پہلے انہیں نہیں پتہ ہوتا کہ کیا کہنا ہے؟ جب بول رہے ہوں تو انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہے ہیں اور جب بیٹھتے ہیں تو کچھ پتہ نہیں ہوتا کیا کہا ہے؟

- صدروں کا صدر

جب ہم نے پہلی بار یہ خبر پڑھی کہ امریکی صدارت کا ایک امیدوار کتا ہے تو ہمیں بل سے پاؤں تک تمام امیدوار مشکوک نظر آنے لگے لیکن کسی بھی مسئلے پر ہماری حتمی رائے تب ہی ہو سکتی ہے جب ہم اس پر سوچنا بند کر دیتے ہیں۔ ہم ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ خبر آئی "جوش" نامی کتا بھی امریکی صدارت کا امیدوار ہے۔ اس کی انتخابی مہم کے انچارج رچرڈ ریٹیک نے اعلان کیا کہ جوش امریکی فیڈرل الیکشن کمیشن کے پاس باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اور متوقع تمام امیدواروں سے بہتر خصوصیات رکھتا ہے۔ واقعی بندہ جوں جوں انسان کو جانتا ہے اس پر کتے کی خوبیاں آشکار ہوتی جاتی ہیں۔ رچرڈ ریٹیک نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے امیدوار کو صرف کتا کہہ کر نہ پکارا جائے کیونکہ اس طرح کچھ پتہ نہیں چلتا اشارہ کس امیدوار کی طرف ہے؟ اسے "جوش" کہہ کر بلایا جائے۔ یہ بات انہوں نے جوش میں آ کر کہی۔ اگرچہ جانور ہماری سیاست میں بھی ہیں مگر یہ گھوڑے اور شیر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وی وی آئی پی حضرات کے کتے کی بھی لوگ اتنی عزت کرتے ہیں کہ اسے دیکھ کر یوں مودب ہو جاتے ہی جیسے ان حضرت کے خود تشریف لانے پر ہوتے ہیں۔ ہمارے کچھ سیاستدان شیر ہیں ان کی انسانوں کے ساتھ وہی رویہ ہوتا ہے جو شیروں کا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ریل کی ایجاد سے پہلے لوگ گھوڑوں پر سفر کرتے تھے۔ گھوڑوں کی ایجاد سے پہلے لوگ کیا کرتے ہوں گے' پتہ نہیں۔ دنیا کے سب سے مہنگے گھوڑے ہماری سیاست میں ہیں' ہمارے ہاں گھوڑے حکومت اور تانگے چلانے کے کام آتے ہیں۔ امریکی صدر کے انتخاب میں تو ہمیشہ ہی جانوروں کا ہاتھ بلکہ پنجہ رہا ہے۔ بل کلنٹن کے لئے ڈیمو کریٹ جب ووٹ مانگنے جاتے تو یہی کہتے گدھے کو ووٹ دیں جبکہ مخالف خود کو ہاتھی کے ساتھی ظاہر کرتے ہیں۔ روسیوں کا جانور بیئر تھا یہ "بیئر" امریکی پی گئے۔ انگریزی میں محاورہ ہے جس کے مطابق وہاں مینہ

میں کتے اور بلیاں برستی ہیں ہمارے ہاں بیگم اور بارش برستی ہے۔ "واچ ڈاگ" سے ہمارے ہاں وہ ڈاگ مراد ہے جسے جب لوگ شور سنتے ہیں تو اٹھاتے ہیں تا کہ وہ بھونک سکے۔ کتا ہمارے ہاں غیر پارلیمانی لفظ ہے' کارروائی میں کتا آ جائے تو سپیکر کاٹنے لگتا ہے جبکہ امریکی صدر بش کہتا ہے کہ کلنٹن سے زیادہ بہتر خارجہ پالیسی تو میرا کتا جانتا ہے۔ اس سے اندازہ لگا لیں امریکی خارجہ پالیسی کتنی کتی ہے۔

urdu4u.com

امریکہ میں 60 فیصد رجسٹرڈ ووٹروں کے 40 فیصد میں سے 51 فیصد لے کر صدر بنایا جا سکتا ہے۔ کتا وفادار اور مخلص ہوتا ہے یہی خوبیاں عوام لیڈروں میں ڈھونڈتے ہیں۔ برٹرینڈرسل کے بقول رکن پارلیمنٹ کبھی بھی اپنے حلقے کے لوگوں سے زیادہ احمق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ احمق ہے تو اسے منتخب کرنے والے اس سے بڑے احمق ہوں گے تب ہی اسے چنیں گے ویسے بھی ڈیموکریسی دنیا کا مہنگا ترین طریقہ حکومت ہے۔ پاکستان میں ہی دیکھ لیں ایک بادشاہ کی بجائے بے شمار کو پالنا اور شکار کھلانا پڑتا ہے۔ بہرحال جہاں تک امریکی صدر کے منتخب ہونے کا معاملہ ہے ایک ماہر کی رائے میں ہر امریکی دن میں کم از کم پانچ منٹ ضرور احمق ہوتا ہے اور انہی منٹوں میں وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آئندہ صدر کون ہو گا؟ رچرڈ رٹیک نے کہا ہے کہ اگر "جوش" جیت گیا تو وہ ایسا صدر ہو گا کہ آپ اسے صدروں کا صدر کہہ سکیں گے۔ ہم تو سمجھتے ہیں صدروں کا صدر ہمارا صدر ہوتا ہے جو چاہے بادام نہ توڑ سکے مگر اسمبلی توڑ سکتا ہے' اپنی تنخواہ خود بڑھا سکتا ہے' آرڈیننس جاری کر سکتا ہے۔ امریکی صدر سے زیادہ تو ہمارے ایس ایچ او کے اختیارات ہوتے ہیں پھر امریکہ وہ ملک ہے جہاں کوئی بھی صدر بن سکتا ہے۔ امریکی استاد پروفیسر ڈکسن فیکٹر اپنے ایک شاگرد کا یہ جملہ مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے "امریکی صدر ابراہیم لنکن ایک سادہ مزاج آدمی تھا وہ لکڑی کے ایک چھوٹے سے کیبن میں پیدا ہوا جو اس نے خود بنایا تھا۔" امریکی صدر ٹرومین نے ایک بار کہا کہ "جب وہ لڑکا تھا تو اس کی نظر اتنی کمزور تھی کہ بیس بال کھیلتے وقت بال نظر نہ آتا تھا۔"

ایک صحافی بولا "گویا بچپن ہی سے آپ میں امریکی صدر بننے کی صلاحیتیں موجود تھیں۔" جان ایف کینیڈی ایسا صدر تھا کہ ہیرلڈ ٹریبون نے ایک بار لکھا کہ کینیڈی ایک بڑے بزنس مین سے وائٹ ہاؤس میں ملا اور کہا "اگر میں صدر نہ ہوتا تو اس وقت شیئرز خرید رہا ہوتا۔" تو بزنس مین بولا "اگر آپ صدر نہ ہوتے تو میں بھی اس وقت شیئرز خرید رہا ہوتا۔" ہمیں کینیڈی سے زیادہ فلم "جے ایف کے" میں کینیڈی کا رول کرنے والے اداکار کی پرفارمنس اچھی لگی۔ مشہور اداکار ریگن نے امریکی صدر کے رول میں اپنی زندگی کی بہترین پرفارمنس دی۔ بل کلنٹن البتہ سب سے بہتر صدر ہیں کیونکہ ان میں ایک ایسی خوبی ہے جو سابقہ صدور میں نہیں اور وہ یہ کہ وہ حالیہ صدر ہیں۔ جاپان نے تو اتنی ترقی کر لی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آئندہ اس کا صدر روبوٹ ہو۔ ویسے اس حساب سے ہم جاپان سے بھی آگے ہیں کہ اتنی ترقی تو ہم نے بھٹو دور میں ہی کر لی تھی۔ امریکہ میں تو ویسے بھی عورتیں کتوں سے اتنا پیار کرتی ہیں کہ خاوندوں کو شکایت ہی رہتی ہے کہ یہ ہمیں کتا کیوں نہیں سمجھتیں۔ پھر امریکی تو ایڈورٹائزنگ کے زور پر عیسائی کو مصلی خریدنے پر تیار کر لیتے ہیں یوں بھی ایڈورٹائزمنٹ 85 فیصد کنفیوژن اور 15 فیصد کمیشن کے علاوہ ہے کیا؟ سو اگر "جوش" کی کمپین جوش والی ہوئی تو وہ جیت بھی سکتا ہے جس پر ایک دانشور نے کہا یہ برا ہو گا کیونکہ کتے میں انصاف کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ عرض کیا "اس میں نا انصافی کرنے کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی۔" پھر ہمیں کیا کیا ہم تو اب بھی امریکہ جائیں تو ہمیں سب سے پہلے ان کے کتے ہی ویلکم کہتے ہیں۔ البتہ ہمارے ہاں کتے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک مزاح نگار کے بقول' کتے کی تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ پطرس بخاری ایک لاجواب مضمون لکھے۔ سو یہ مقصد عرصہ ہوا پورا ہو چکا ہے اب اس نسل کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ویسے یہ نسل ناپید بھی ہو گئی تو سیاستدانوں سے نام چلتا رہے گا۔

• تانگہ پارٹی

لیجئے صاحب! پاکستان جمہوری پارٹی کے جنرل سیکرٹری ارشد چودھری صاحب نے فرما دیا "آپ جمہوری پارٹی کو اب تانگہ پارٹی نہیں کہہ سکتے۔ پچھلے دنوں ہماری پارٹی کی پنجاب کی سطح پر میٹنگ ہوئی ہے' اس میں جتنے کارکن شریک ہوئے ہیں اس حساب سے آپ اسے ریل پارٹی کہہ سکتے ہیں۔" ہم ارشد چودھری صاحب کو نہیں جانتے اس کے علاوہ بھی ان میں کئی خوبیاں ہیں۔ ویسے بھی ہم جس سیاست دان کے ساتھ عزت سے پیش آئیں اسے پتہ چل جاتا ہے کہ ہم اسے نہیں جانتے۔ بہرحال ہمیں جمہوری پارٹی اس لئے پسند تھی کہ ہمیں تانگہ پسند ہے۔ کسی زمانے میں مبین ملک سے ہم نے کہا اپنی کئی ایکڑ پر مشتمل کوٹھی کی ایک لفظ میں تعریف کریں تو وہ بولا "انجمن" ------ ایسے ہی پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان جمہوری پارٹی کتنی بڑی پارٹی ہے تو جواب ملتا "نوابزادہ نصراللہ خان جتنی۔" ہم سمجھتے تھے اسے تانگہ پارٹی اس لئے کہتے ہیں کہ تانگہ بھی ایک ہی گھوڑا کھینچ رہا ہوتا ہے' لیکن ارشد چوہدری صاحب نے بتایا کہ اسے تانگہ پارٹی اسے لئے نہ کہتے کہ اس کے ارکان تانگے کی سواریاں ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ چار پارٹیوں کے ادغام سے بنی تھی۔ گویا اگر تین پارٹیاں ملتیں تو رکشہ پارٹی ہوتی اور سربراہ "میٹر" ہوتا۔

ہمیں یہ تو نہیں پتہ یہ مانگا تانگہ پارٹی' ریل پیل پارٹی کیسے بنی' اتنا پتہ ہے کہ ریل کیسے بنی؟ صاحب پہیہ اور ریل کسی ست بندے کی ایجاد ہیں جو سامان اٹھا کر تیز تیز چلنا نہیں چاہتا تھا۔ ٹرین سے شکایت اس دن ہوتی ہے جس دن وہ وقت پر پہنچ جائے۔ بھارت میں تو ایسے موقع پر ایک سٹیشن سے یہ باقاعدہ اعلان ہوا' خواتین و حضرات کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر سات بجے کی ٹرین بر وقت جا رہی ہے۔ اس وجہ سے آپ کو جو زحمت اٹھانا پڑی اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔ ہمارے ہاں بھی ریل یوں چلتی ہے

جیسے نوابزادہ صاحب کا دماغ چلتا ہے۔ ایسی رفتار کہ ایک بار بھارتی ٹرین میں بچہ پیدا ہو گیا تو گارڈ نے خاتون سے کہا "محترمہ آپ کو اس حالت میں ٹرین میں سفر نہیں کرنا چاہیے تھا۔" تو وہ بولی "جب میں اور میرا خاوند سوار ہوئے تھے تب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" پھر تانگہ آتا ہے اور ٹرین آتی ہے کسی نے گدھا گاڑی اور گاڑی میں یہ فرق بتایا تھا کہ گدھا گاڑی میں گدھا ہمیشہ گاڑی سے باہر ہوتا ہے۔ تانگے اور گاڑی میں بھی یہی فرق ہے۔ اداکار رنگیلا نے ایک بار نئی گاڑی لی اسے دیکھ کر منور ظریف نے کہا کہ اس کا کیا فائدہ جس میں گھوڑا باندھنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ بہرحال گاڑی کیسی بھی ہو چلانی ایسے چاہیے کہ آپ کے لائسنس کی معیاد آپ کی معیاد سے پہلے ختم نہ ہو۔ اب تو سنا ہے ایسی تیز رفتار گاڑیاں مارکیٹ میں آنے والی ہیں کہ آپ اسٹارٹ کرتے ہی ہسپتال پہنچ جائیں گے۔ سیاست میں وہی چلتے ہیں جن کی زبان کی رفتار ان کی گاڑی کی رفتار جتنی ہو۔ ہماری سیاسی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمارے سیاست دان کبھی اچھے ڈرائیور نہیں تھے۔ کہتے ہیں ڈرائیونگ آپ کو کوئی اور سکھاتا ہے لیکن اس کے ساتھ گالیاں آپ خود ہی سیکھ جاتے ہیں۔ بہرحال ہمارے حکمران یوں چلاتے رہے جیسے ویگن چلا رہے ہوں۔

ایک بار ہم نے کہہ دیا کہ دیکھنے میں ہمیں نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب بہت اچھے لگتے ہیں۔ ایک نقاد یہ سن کر کہنے لگا اس کے علاوہ بھی کوئی اپنے مزاح نگار ہونے کا ثبوت دو۔ ویسے تو ہمیں کوئی بچہ شاعر دیکھنے کی ضد کرے تو ہم اسے نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب دکھاتے ہیں۔ جب تک ان کی شاعری نہ سنو وہ شاعر لگتے ہیں۔ بحیثیت شاعر ان کا انداز علامہ اقبال جیسا ہے' حقہ پینے کا۔ان کی شاعری میں ایسی کیفیت ہے کہ اسے سننے کے بعد بندہ یا تو ایسی شاعری کر سکتا ہے یا اتحاد بنا سکتا ہے' سالانہ بجٹ بنا سکتا ہے یا پھر بیرون ملک کے دورے کر سکتا ہے' کوئی دماغی کام نہیں کر سکتا۔ ان کی شاعری میں اتنی آمد نہیں جتنی آمد و رفت ہے۔ ایک بار ہم نے ایک شاعر پر کالم لکھا' ایک دوست بولے آپ کمزور بندوں پر ہی کالم کیوں لکھتے ہیں؟ ہم نے

کہا ------ ہم نے کھر، جتوئی، بگٹی، فضل الرحمٰن، نصر اللہ خان پر بھی کالم لکھے ہیں۔ بولے یہ تو لیڈر ہیں، میں بندوں کی بات کر رہا ہوں۔ نوابزادہ صاحب عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں بندہ اپنے شعر بھی کسی کے سمجھ کے سنتا ہے اور کبھی کوئی اچھا شعر کہہ لے تو حیران بھی ہو جاتا ہے۔ اس عمر میں بندہ بہت کم غلط کام کرتا ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس عمر میں بندہ بہت کم ہی کام کرتا ہے۔

الطاف حسین جب کراچی میں تھے تو ان کے مداحین ان کے لئے جو تحفے لے کر جاتے اکثر عینکیں ہوتیں۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ لوگوں کو تب بھی ان کی بصارت پر یقین تھا۔ نوابزادہ صاحب کے لئے لوگ حقہ ہی لاتے ہیں۔ حقے اور نواب صاحب کے سر پر۔ جب انہیں ملکی سیاست میں گرما گرمی محسوس نہ ہو تو ملازم کو بلوا کر حقے پر آگ دھروا لیتے ہیں اور سرگرم ہو جاتے ہیں۔ پھر حقے میں یہ بات بھی تو ہے کہ اسے جو منہ لگا لے اس کے لئے بولنے لگتا ہے۔ انہوں نے اپنے ملازم کا نام "انگریز" رکھا ہوا ہے۔ اسی لئے جب بھی کوئی کام کرانا ہو بلند آواز میں پرانے نوابوں کی طرح "انگریز" کو پکارتے ہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی "قدر و قیمت" بڑھتی گئی ہے۔ اب پتہ نہیں قدر زیادہ ہے یا قیمت۔

اخبارات میں دو قسم کی خبریں ہوتی ہیں سچی خبریں اور سیاسی خبریں۔ ایک خبر تھی "نوابزادہ صاحب نے پوری زندگی سیاست میں گزاری۔" جس پر وہ خود بولے "نہیں ابھی پوری تو نہیں گزاری۔" جمہوریت سیاست دانوں کو اپنے دل کی بات کہنے کا حوصلہ دیتی ہے اور عوام کو ان کے دل کی بات سننے کا حوصلہ دیتی ہے۔ جمہوری پارٹی میں جمہوریت اتنی ہی ہے جتنی یہ پارٹی ہے۔ ویسے بھی بڑی پارٹی اور گھر کی صفائی مشکل ہوتی ہے۔ نوابزادہ صاحب چل رہے ہوں تو لگتا ہے جمہوری پارٹی چل رہی ہے۔ حقہ وہ پیتے ہیں دھواں پارٹی نکالتی ہے، جیسے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا وزن جو پہلے پونڈوں میں تھا اب دیناروں اور ڈالروں میں ہے۔ ایسے ہی نوابزادہ صاحب جو پہلے گھر میں رہتے تھے

آج کل حکومت میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا ان کے بارے میں کوئی کہتا باہر گئے ہیں تو لوگ سمجھتے گھر سے باہر گئے ہیں۔ اب تو وہ کبھی کبھی پاکستان کے دورے پر تشریف لاتے ہیں۔ ہم خود ایسے مسافر ہیں جو تین بار یورپ گئے اور ہمارا سامان ایک بار، ہم واپس آئے تو ہمارے سوٹ کیس نے ہم سے چالیس ہزار میل میل زیادہ سفر کیا تھا۔ ان کے ساز و سامان میں ان کی پارٹی بھی ہوتی ہے وہ بھی ساتھ Suffer کرتی ہے۔ نوابزادہ صاحب ساری زندگی اپوزیشن کی پوزیشن میں رہے، کبھی اقتدار کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔ شاید اسی لئے وہ آج کل اقتدار میں ہیں اور دیکھ نہیں رہے جیسے جب ایفل ٹاور بنا تو وہاں کے ایک شاعر کو یہ لوہے کی مینار اتنا ناپسند آیا کہ اس کی طرف دیکھنا بھی اسے گوارا نہ کیا۔ وہ چوبیس گھنٹے ایفل ٹاور کی دوسری منزل پر واقع ریستوران میں بیٹھا لکھتا پڑھتا رہتا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں پھر ہر وقت اس کی دوسری منزل پر کیوں رہتے ہیں؟ تو وہ بولا "یہ پیرس کا واحد مقام ہے جہاں سے یہ منحوس عمارت نظر نہیں آتی۔" بہرحال یہ پارٹی جتنی دیر کے بعد اقتدار تک پہنچی ہے، یہ واقعی ریل پارٹی ہے۔ لیکن کہتے ہیں یہ گاڑی تو ہے پر مسافر گاڑی نہیں "مال" گاڑی۔

○ ○ ○

- و ... زن

ہم کچھ عرصے سے محسوس کر رہے تھے کہ پشتو فلمی بڑی ہلکی آ رہی ہیں۔ جس کی وجہ ہمیں تب معلوم ہوئی جب اداکارہ مسرت شاہین نے کہا کہ میں نے اپنا وزن پچاس پونڈ کم کر لیا ہے اور پشتو فلموں کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ گویا پشتو فلموں میں جو وزن تھا وہ یہی پچاس پونڈ تھا جو اب نہیں رہا۔ وزن دراصل و... زن ہے' عورت کا وزن سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا غزل کا دونوں سے۔ افریقی ممالک کے بیشتر قبائل میں اگر ایک مرد دوسرے سے پوچھے کہ اس کی محبوبہ کتنی خوبصورت ہے تو دوسرے کا جواب پاؤنڈوں اور منوں میں ہوتا ہے۔ ہم نے ایک افریقی دوست کو اپنی من پسند اداکارہ کا نام بتایا تو بولے' آپ بھی اپنی پسند کے ساتھ من بتاتے ہیں۔ پشتو فلموں میں تو ہیروئین کا حصہ بقدر جثہ ہوتا ہے۔ فلموں کے متعلق ہماری بھی وہی رائے ہے جو امریکی شہری گولڈ اسٹائن کی تھی۔ انہوں نے کبھی فلم نہ دیکھی تھی۔ 95 سال کی عمر میں ان کے پوتے پوتیوں نے کہا کہ بڈھا مرنے کو ہے کیوں نہ اسے مرنے سے پہلے فلم دکھا دی جائے۔ وہ اسے سینما ہال لے گئے' فلم دیکھنے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کو فلم کیسی لگی تو وہ بولا "بالکل بکواس! جب لڑکا اظہار محبت کر رہا تھا لڑکی اظہار نفرت کر رہی تھی' جب لڑکی اظہار محبت کر رہی تھی تو لڑکا اظہار نفرت کر رہا تھا۔ جب دونوں نے محبت کرنا شروع کی تو فلم ختم ہو گئی۔" سکول میں استاد ہمیں بڑے بڑے پیراگراف دے کر کہتا "چند جملوں میں ان کی تلخیص کرو۔" پہلی بار جب ہم نے پشتو فلم دیکھی تو لگا بڑی بڑی ہیروئنوں کی ہدایتکار نے چند کپڑوں میں تلخیص کی ہوئی ہے۔ بھارتی اداکارائیں تو گاندھی جی سے متاثر ہیں لیکن ہماری تو پورے کپڑے پہنتی ہیں۔ پشتو فلموں میں اکثر ہیروئین نے انگریزی لباس پہنا ہوتا ہے مگر لباس کا تلفظ پشتو ہوتا ہے۔ ہمیں پشتو فلموں

© Urdu4U.com

کی ہیروئینوں سے مل کر ان فلموں کے ہدایت کاروں کے "وسیع" پسندانہ عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں رہنے کی وجہ سے ہیروئین بھی وہ پسند ہے جو پہاڑ لگے۔ بہرحال پاپ میوزک اور ان ہیروئنوں میں سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ یہ زیادہ دیر تک مقبول نہیں رہتیں۔ باہر کے ممالک میں اداکارائیں جب موٹی اور بھدی ہو جائیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتی ہیں' ہمارے ہاں پشتوں فلموں کے ڈائریکٹر کے پاس جاتی ہیں۔ ایک عرصہ تک مسرت شاہین اور پشتو فلمیں لازم و ملزوم رہیں۔ اب بھی وہ چل رہی ہوں تو لگتا ہے پشتو فلم چل رہی ہے۔ ایسے ہی ضیاء محی الدین جو آج کل ضیاع محی الدین ہو گئے ہیں' جب ضیاء محی الدین شو کرتے تھے تو اتنے پاپولر تھے کہ ایک بار لاہور میں ایک بچے نے انہیں سڑک پر جاتے ہوئے دیکھ کر شور مچا دیا "امی! دیکھیں ضیاء محی الدین شو جا رہا ہے۔"

مارگریٹ تھیچر نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ میں نے سیاست کا آغاز باورچی خانے سے کیا۔ میں باورچی خانے میں کھانا پکاتے وقت سیاست کے بارے میں اتنی باتیں کرتی تھی کہ سننے والے تنگ آ جاتے۔ خاوند نے کہا تمہاری باتیں ایک بندہ نہیں سن سکتا اس کے لئے تو پورا ملک ہونا چاہیے۔ سو وہ سیاست میں آ گئیں۔ ایسی ہی باتی سن کر مسرت شاہین فلموں میں آ گئیں انہوں نے فلموں میں دن "بدن" ترقی کی۔ ایک تقریب میں ہمیں ایک روسی اداکارہ سے ملوایا گیا کہ ایک سرکس میں یہ مختصر سے جام میں داخل ہو جاتی ہے۔ ہم نے کہا ہمارے پاس اس سے بھی بڑی فنکارہ ہے جو اس جام سے بھی چھوٹے جامے میں داخل ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی لباس جتنا تفصیلی ہو اس کا ذکر اتنا ہی مختصر ہوتا ہے۔ اس نے فلم انڈسٹری میں اپنے نقش قدم اپنے ہاتھوں ثابت کیے۔ وہ پشتو فلموں میں اتنی مصروف رہی کہ اتنی مصروف تو مال روڈ نہ رہی ہو گی۔ ہم نے ان کی ایک فلم دیکھی' ہاف ٹائم کے وقت ٹافیاں' چاکلیٹ اور ڈسپرین والا آ گیا لوگوں کی سینما سے نکلنے کے لئے لائنیں لگی ہوئی تھیں۔ ہمیں ایک سیانے نے بتایا

کہ یہ جاننا ہو کہ فلم اچھی ہے یا بری تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دیکھو اس پر نوجوانوں کا رش ہے یا نہیں‘ اگر ہے تو فلم اچھی نہیں۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں
URDU4U.COM
فلمیں اور ٹی وی غلطیوں اور لطف سے پاک ہو گیا۔ ٹی وی ایک میڈیم ہے آج کل اس کے پروگراموں کا لیول دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے اسے میڈیم کیوں کہتے ہیں۔

مسرت شاہین ہماری اداکارہ ہیں جو فیشن کے مطابق خود کو بدلتی ہیں ایسی بدلتی ہیں کہ پہچانتی ہی نہیں۔ آج کل تو بالوں کے فیشن بھی ایسے آ گئے ہیں کہ ہم نے ایک لڑکی کے بال دیکھ کر کہا‘ لگتا ہے آپ ابھی بیوٹی پارلر سے آئی ہیں تو وہ کہنے لگی ”نہیں! موٹر سائیکل پر کزن کے ساتھ آئی ہوں اسے لئے ایسا لگ رہا ہے۔“ ایک صحافی کے بقول ہماری ہیروئنیں بسیار خور ہیں لیکن وہ یوں کہہ رہے تھے جیسے بس یار خود کہہ رہے ہوں۔ ہیروئین تو برف کا مجسمہ ہوتی ہے‘ گرم ممالک میں جو جلد پانی کا ٹب بن جاتی ہے۔ مسرت شاہین ہماری وہ ادکارہ ہے جسے کوئی شوٹ بھی کرنا چاہے تو بھاگ کر اندر سے شوٹ کرنے کے لئے جو لائے گا وہ کیمرہ ہی ہو گا۔ ملک میں ٹو پارٹی سسٹم کی قائل ہے بشرطیکہ ایک پارٹی صبح اور ایک شام کو ہو۔ اس عمر میں ہے جس میں فین اور الیکٹرک فین میں سے ایک چننا ہو تو بندہ الیکٹرک فین ہی چنتا ہے۔ تعلیم اتنی ہی حاصل کی جتنی فلمی ہیروئینوں کو ضرورت ہوتی ہے‘ یعنی کنٹریکٹ پر انگریزی میں دستخط کر لیتی ہیں۔ مسرت شاہین کی اداکاری کی تعریف ہم اس لئے نہیں کرتے کہ ------ ہم نے ایک گلوکار کی تعریف کر دی تو پاس بیٹھے صاحب بولے ان میں کون سی خاص بات ہے اگر ایسی آواز میری ہوتی تو میں بھی اسی طرح گاتا۔ ہالی وڈ وہ مقام ہے جس کے مشرق‘ مغرب‘ شمال اور جنوب میں ایجنٹ واقع ہیں۔ مارلن منرو کے ایک ایجنٹ نے ایک بار کہا تھا منرو قدرت کا وہ شاہکار ہے جیسے نیاگرا آبشار یا گرانڈ جھیل۔ آپ اس سے بات نہیں کر سکتے‘ وہ بھی آپ سے بات نہیں کر سکتی۔ البتہ آپ اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو سکتے ہیں۔ ہماری بھی اکثر اداکارائیں ذہین اور حسین لگتی ہیں مگر

پھر وہ باتیں کرنے لگتی ہیں۔ لیکن مسرت شاہین اچھی ہیں کہ جو ایک بار ان سے مل لے وہ ان کی اداکاری کی تعریف کرنے لگتا ہے۔ انہوں نے پشتو فلموں کے بارے میں سچی سچی باتیں بھی کیں اس سے تو لگتا ہے انہوں نے پشتو فلمیں صرف سچ بولنے کے لئے چھوڑی ہیں' حالانکہ ہم تو کہتے ہیں جب بھی گھر سے سچی بات کرنے نکلو تو کبھی اپنے سب سے اچھے کپڑے پہن کر نہ نکلو۔ ہماری ایک اداکارہ کا عدالت میں کیس چل رہا تھا کہنے لگی "میں سچ بولنا چاہتی ہوں۔" وکیل بولا "اگر سچ ہی بولنا تھا تو پھر وکیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" ویسے بھی ناکام لوگ سچ بولتے ہیں اور کامیاب لوگ سچ سنتے ہیں۔ جہاں تک وزن کم کرنے کی بات ہے تو جب کسی اداکارہ کے فین سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں اسے وزن کم کر ہی لینا چاہیے۔ قد جتنا لمبا ہو عقل سے فاصلہ اتنا بڑھتا جاتا ہے۔ زبان جتنی لمبی ہو عمر اتنی کم ہوتی جاتی ہے اور عورت جتنی موٹی ہو اتنی کم نظر آتی ہے۔ لیکن لگتا ہے مسرت شاہین پتلی نہیں ہوئی پشتو فلموں کی حالت پتلی ہو گئی ہے' لیکن ہماری ایک وسیع و حریص اداکارہ نے بتایا ------ یہ غلط ہے کہ مسرت شاہین نے ڈائیٹنگ سے اپنے 50 پونڈ کم کئے ہیں اس نے تو سینکڑوں پاؤنڈ بڑھائے ہیں۔

○ ○ ○

• وزیر 1/2 تعلیم

اس سے مراد یہ نہیں کہ وزیر آدھے تعلیم یافتہ ہیں۔ ویسے بھی پاکستان میں صرف وزیر کی جاب ایسی ہے جس کے لئے پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں۔ ایسے ان پڑھ سیاست دانوں کے لئے حکومت کو نئی "آسامیاں" پیدا کرنا پڑ رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے' وزرات نقل و حمل دو کرکے نقل کا وزیر الگ ہو اور دوسرے حصے کا کوئی اور' پیلی ٹیکسیاں جو اب حکومت کے لئے "پی لی ٹیکسیاں" ہیں ان کا الگ وزیر ہو۔ وزیر صحت کے ساتھ ساتھ وزیر بیماری بھی بنایا جا سکتا ہے۔ وزیر توانائی بھی دو ہو سکتے ہیں ایک وزیر توا اور دوسری وزارت کسی نائی کو دی جا سکتی ہے۔ یوتھ افیرز کی وزارت کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔ یوتھ کی عارف نکئی صاحب کو دے دی جائے اور افیرز کی خبر رکھنے کے لئے الگ سے وزارت اقبال ٹکا کو دی جا سکتی ہے۔ بہرحال حکومت نے اچھا کیا کہ تعلیم کے دو وزیر بنا دیئے ہیں۔ پہلے تعلیم کے وزیر آدھے تھے' وزارت پوری تھی۔ اب وزیر پورے ہیں' وزارت آدھی۔ ویسے تعلیم کا پہلے سے جو حال ہے اسے دیکھ کر تو لگتا ہے' یہ کسی ایک وزیر کا کام نہیں۔ ویسے تو مردوں کی تعلیم کے لئے الگ وزیر اور عورتوں کے لئے الگ وزارت تعلیم ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان کے الگ الگ کالج ہیں۔ البتہ مخلوط تعلیم بھی ہے اس کے لئے حنیف رامے صاحب کو وزارت دی جا سکتی ہے۔ اصولاً تو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان پڑھوں کے لئے الگ سے وزارت ہونا چاہیے لیکن اس کی الگ سے وزارت نہ بھی ہوئی تو کام چل جائے گا' اسمبلی جو ہے۔

اب زمانہ بدل گیا ہے۔ ہمارے علاقے کے چودھری نے گاؤں میں لڑکیوں کا کالج بنوایا۔ ہم نے خوشی کا اظہار کیا تو بولے "اس لئے بنایا ہے تا کہ گاؤں کے لڑکوں کو شہر نہ جانا پڑے۔" ایک زمانہ تھا ایک وزیر اطلاعات نے حلف اٹھانے کے بعد سب سے پہلے

یہ پوچھا تھا کہ مجھے یہ تو بتایا جائے مجھے اطلاعات پہنچانا کسے ہیں؟ ایجوکیشن کے ہاف منسٹر عطا محمد مانیکا نے ہائر ایجوکیشن کیے منسٹر کا حلف اٹھانے کے بعد یہ کہہ کر پرانی یاد تا زہ کر دی کہ مجھے ہائر ایجوکیشن کا مطلب تو بتا دیں۔ بندہ ایک بار منسٹر بن جائے پھر کبھی مسٹر نہیں بن سکتا۔ منسٹر صاحب کا یہ پوچھنا کہ ہائر ایجوکیشن کا مطلب کیا ہے' ایسے ہی جیسے طالب علم سے امتحان میں استاد نے پوچھا "عبدالعزیز خالد کے اس شعر کا مطلب بتاؤ" تو شاگرد نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے پاس نہیں کرنا چاہتے۔" ویسے انہیں شکر کرنا چاہیے کہ انہیں لوئر ایجوکیشن والے وزیر کا حلف نہیں اٹھانا پڑا۔

URDU4U.COM

اگرچہ لوئر ایجوکیشن والے وزیر ہر محکمے میں موجود ہیں۔ پچھلی حکومت کے ایک صاحب نجی دورے پر ازبکستان گئے' وہاں انہوں نے اپنی تعلیم بتائی جسے سن کر ترجمان نے کہا "آپ کو یہاں کوئی جاب نہیں مل سکتی" تو وہ بولے "مجھے جاب کی کیا ضرورت ہے' میں پاکستان میں وفاقی وزیر محنت ہوں۔" ہمیں یہ وزیر اس لئے بھی پسند ہیں انہوں نے باہر جا کر جتنی بھی غلطیاں کیں وہ انگریزی ہی کی تھیں۔

دولت ایک علم ہے جسے حاصل کرنا چاہیے چاہے اس کے لئے آپ کو کالج ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ علم پھیلانے سے بڑھتا ہے اور جہالت چھپانے سے۔ اسی لئے دیہاتوں میں ماسٹر صاحب دھوپ میں علم پھیلا رہے ہیں کیونکہ سائنس کی رو سے ہر چیز گرم ہو کر پھیلتی ہے۔ قدیم روم میں سینٹ کا مطلب ہوتا تھا "بوڑھوں کی انجمن" ہم نے پوچھا "نوجوانوں کی انجمن" کو کیا کہتے ہیں؟" کہا "فلمی گفتگو نہ کرو۔" کالج نوجوانوں کے لئے ہاٹ سپاٹ ہیں۔ پہلے یہ ہائر ایجوکیشن کے لئے تھے' اب یہ To Hire Education کے لئے ہیں۔ کالج وہ جگہ ہے جہاں طلبہ ایک دوسرے کو نہ پڑھنے میں مدد دیتے ہیں اور کالج اسٹوڈنٹ اس کو کہتے ہیں جو ہر اس چیز کے بارے میں آگاہ ہو جو پڑھائی نہیں جاتی۔ 1947ء کی سخت سردیوں میں انگلینڈ کے وزیر توانائی و ایندھن ہیوگ کیسکل نے بجلی بچانے کے لئے لوگوں سے کہا کہ کم سے کم نہائیں تا کہ پانی گرم کرنے

میں توانائی صرف ہوتی ہے وہ بچے۔ کہتے ہیں انہوں نے خود اس پر اس قدر عمل کیا کہ بندہ انہیں سونگھ کر بتا دیتا کہ انہوں نے کتنی توانائی بچائی ہے۔ جیسے ہماری بہبود آبادی کے بچوں کو گن کر بندہ بتا سکتا تھا کہ محکمہ انہی کی کوششوں سے قائم ہے۔ ہمارے وزیر تعلیم بھی ایسے رہے ہیں جن کو مل کر بندہ یہی کہتا کہ انہیں تعلیم ہی کی ضرورت تھی۔ علم کے معاملے میں ہم بھی وزیر تعلیم ہی ہیں کہ ہمیں ہائر ایجوکیشن کا صحیح پتہ نہیں کہ یہ کتنی ہائر ہے؟ کچھ ارکان اسمبلی کے نزدیک تو مڈل بھی ہائر ایجوکیشن ہے۔

○○○

• شرح خاوندگی

قوم کو صالح نوجوانوں کی ضرورت ہے' چاہے وہ پرویز صالح ہی کیوں نہ ہوں۔ کمیشن والے کاموں میں کبھی وہ پڑے تو نہیں پر آج کل وہ وزیراعظم کے لٹریسی کمیشن کے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ شرح خواندگی بڑھانے کے لئے زیبا بختیار' نازیہ حسن' ثمینہ پیر زادہ اور دوسری گلوکاراؤں اور اداکاراؤں کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ اگرچہ ایسی تجاویز کی جمع تجاوزات کہلاتی ہے پھر یہ ہوا ہے کہ اس خبر کو پڑھ کر کئی ایم اے پاس لوگوں کا بھی دل خود کو ان سے پڑھوانے کو چاہنے لگا ہے۔ البتہ کچھ کا خیال ہے کہ ملک میں خواندگی پھیلانے کے لئے ریما' نیلی' مدیحہ شاہ اور دوسری "فاضل" اداکاراؤں کی خدمات بھی حاصل کرنا چاہئیں کہ انہوں نے پڑھنے کا اس قدر شوق پیدا کیا ہے کہ ان پڑھ تک پوسٹروں پر ان کی تصویریں ہجے کرکے پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں ساؤتھ ایشین لینگوئج ڈیپارٹمنٹ تاشقند کے شعبہ اردو کے کمرے میں نیلی کا کیلنڈر لگا ہوا ہے۔ نیلی کی اتنی بڑی تصویر دیکھ کر ہم نے صدر شعبہ سے پوچھا "آپ یہاں نیلی پڑھاتے ہیں؟" بولے "ہمارے طلبہ اتنا تو گھر سے ہی پڑھ کر آتے ہیں یہ ڈیٹ کے لئے ہے۔" ہم نے عرض کیا "ہمارے ہاں بھی یہ ڈیٹ کے لئے ہے۔" باہر تو باہر ہم نے اپنے محکمہ تعلیم کے افسر کی جیب میں نیلی کی تصویر دیکھی۔ وجہ پوچھی تو بولے "میں نے رکھی تو اپنی بیوی کی تھی' یہ پڑے پڑے نیلی ہو گئی ہے۔"

تعلیم ایک زیور ہے۔ اسے آج کل حاصل کرنا ایسے ہی ہے جیسے زیور حاصل کرنا اور اداکاراؤں سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ کونسا زیور کیسے حاصل کرنا ہے۔ فلمی اداکارائیں ہماری سیاست و حرفت میں تو پہلے ہی دن "رات" خدمات انجام دے رہی ہیں۔ تعلیم کے شعبہ پر بھی ان کا ہمیشہ احسان رہا ہے۔ یہ ایسا ہی احسان ہے جیسا امجد اسلام امجد

کا ٹی وی ڈرامے پر ہے کہ انہوں نے مواقع ملنے کے باوجود ٹی وی ڈرامے میں کام نہیں کیا۔ محکمہ تعلیم اداکاراؤں سے ایسے ہی فیض یاب ہوا جیسے سید ضمیر جعفری' حفیظ جالندھری

URDU4U.COM

صاحب سے ہوئے تھے۔ ایک تقریب میں حفیظ جالندھری صاحب نے ضمیر جعفری صاحب کے شعر سن کر کہا "جب تم میرے ساتھ کام کرتے تھے' تب تو تم اتنے اچھے شعر نہیں کہتے تھے۔" جعفری صاحب بولے "حضرت یہ سب آپ کی دوری کا فیض ہے۔"

عقلمند وہ کچھ کرتا ہے جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ جینئس وہ کچھ کرتا ہے جو اسے کرنا چاہیے۔ پرویز صالح صاحب کو یہی کرنا چاہیے تھا۔ ہم انہیں کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہیں دے سکے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمیں ترکی نہیں آتی۔ خود ان کی زبان ایسی ہے کہ ان جیسے ایک صاحب نے رکشے والے سے کہا "ادارہ ترقیات کراچی لے چلو۔" رکشے والا بولا "کہاں؟" تین دفعہ بتانے کے بعد اسے سمجھ نہ آئی تو تنگ آ کر کہا "بھئی کے ڈی اے لے چلو۔" تو وہ بولا "یوں اردو میں کہئے نا!" صالح پرویز صاحب صالح بھی ہیں اور پرویز بھی۔ ایسے لوگ ہیں جو پہلے جاہل بن کر عالموں کی خدمت کرتے ہیں پھر عالم بن کر جاہلوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اگرچہ محکمہ تعلیم کے افسران بھی ناخواندگی ختم کرنے کے لئے کمر "بستہ" ہیں۔ محکمہ تعلیم کے ایک بڑے افسر نئے گھر میں شفٹ ہوئے تو ہم نے ان سے پوچھا "آپ نے نیا گھر کیسا فرنشڈ کیا ہے؟" بولے "بالکل اپنے دفتر کی طرح" عرض کیا "آپ اپنے کام سے اتنے کمیٹڈ ہیں؟" بولے "اگر یہ دفتر کی طرح نہ ہوتا تو میں سو نہ سکتا۔" ناخواندگی میں ہم دنیا میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ اگر اسی طرح لگے رہے تو ایک دن کرکٹ' سکوائش اور سنوکر کی طرح اس میں بھی نمبر ون ہوں گے۔ ہمارے ہاں خواندگی کا تناسب سب سے زیادہ بے روزگاروں میں پایا جاتا ہے اور ناخواندگی کا اسمبلی اور اسٹوڈیوز میں۔ ابن انشاء نے کراچی یونیورسٹی سٹاف کالونی کے بارے میں لکھا تھا کہ اساتذہ کی کالونی میں خواندگی کا تناسب ستر فیصد ہے' وہاں پڑھے لکھے لوگ کم ہیں اور پروفیسر زیادہ۔ جس ملک میں خواندگی کا تناسب

پندرہ فیصد ہے وہاں ستر فیصد اساتذہ کا پڑھے لکھے ہونا بڑی بات ہے۔ خواندگی ختم کرنے کے لئے پہلے ترقی پسند خواتین آگے آئیں اب تو بہت آگے آ گئی ہیں۔ ہم نے بڑے بڑوں کو ان کے پیچھے ہی دیکھا ہے' لیکن ایک بار ہم پوچھ بیٹھے "ایک بلب لگانے کے لئے کتنی ترقی پسند خواتین چاہئیں؟" جواب ملا "پانچ! ایک بلب تبدیل کرنے کے لئے اور باقی چار سپورٹ گروپ بنانے کے لئے۔" ویسے اگر ایک اداکارہ گھنٹہ روز خود ہی پڑھ لے تو وہ ملک سے ایک ناخواندہ فرد کم کر سکتی ہیں۔ اگرچہ اب تو فلم میں اتنی پڑھی لکھی اداکارائیں آ گئی ہیں کہ پچھلے دنوں دل جیت مرزا صاحب نے ایک ہوٹل میں نئ اداکارہ کی تقریب خوبرو نمائی کروائی جس کے کارڈ پر "خوشامدید" کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ فلم انڈسٹری میں ایک پڑھی لکھی اداکارہ کی آمد۔ ہم نے موصوفہ سے پوچھا "کتنا پڑھی ہیں؟" بولیں "ایم اے کیا ہے۔" پوچھا "کس میں ایم اے کیا ہے؟" بولی "میٹرک میں" عرض کیا "میٹرک کیا ہے؟" بولی "تین بار" ------ اداکارہ صاحبہ سے ایک بار ایک صحافی نے ہیروشیما کے بارے میں پوچھ لیا تو بولی "اس نام کے ہیرو کو میں تو نہیں جانتی' نیا ہو گا۔"

فلمی اداکاراؤں سے محبت اور عزت کا اظہار کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سے ہرگز نہ ملیں۔ کچھ "لاء علم" حضرات کہتے ہیں کہ اداکاراؤں کی بستیوں میں خواندگی کی شرح اتنی نہیں ہوتی جتنی خاوندگی کی شرح ہوتی ہے۔ اگرچہ فلمی بیویاں اپنے خاوندوں کو یوں پردے میں رکھتی ہیں جیسے غیر فلمی خاوند اپنی بیویوں کو رکھتے ہیں۔ ہالی وڈ میں تو بچوں کا رپورٹ کارڈ 15 انچ لمبا اور 4 انچ چوڑا ہوتا ہوتا ہے تا کہ بچے کے تمام والدین کے اس پر دستخط ہو سکیں۔ ہالی وڈ میں منصوبہ بندی والوں نے نعرہ لگایا کہ بچے دو ہی ہونے چاہئیں تو اس پر بچوں نے کہا کہ اگر بچے دو سے زیادہ نہیں ہو سکتے تو پھر والدین بھی دو سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔ یوں کچھ صالح مردوں کے بقول اس عمل "صالح" سے شرح خاوندگی میں ہی اضافہ ہو گا۔ ہم تو سمجھتے ہیں ہمیں سبق

سکھانے کے لئے اداکاراؤں سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا' ان کے لیکچر لوگ ٹکٹکی باندھ کر سنیں گے۔ کسی کا سر آگے آ گیا تو پیچھے والا کہے گا "اپنا سر پرے کرو' مجھے لیکچر دکھائی نہیں دے رہا۔" ہم نے ثمینہ احمد کا ڈرامے پر ایک لیکچر سنا' پورے لیکچر میں کوئی نہ ہلا۔ صرف ایک نوجوان اٹھ کر باہر گیا۔ وہ بھی لیکچر کی وجہ سے نہیں گیا تھا' دراصل اسے نیند میں چلنے کی عادت تھی۔ پھر طلبہ "دل لگا کر" پڑھ سکیں گے۔ لوگوں کی باتوں سے پرویز صالح صاحب کو دل نہیں ہارنا چاہیے۔ ویسے بھی ان کی عمر دل ہارنے کی نہیں' ہمت ہارنے کی ہے۔ انھوں نے شرح خواندگی میں نہ سہی "شرع" خواندگی میں تبدیلی کی ہے جو ایسے ہی ہے جیسے ایک ڈاکٹر نے پاگل مریض کے بارے میں کہا کہ پہلے یہ خود کو ایڈورڈ ہفتم سمجھتا تھا۔ اب اس کا مرض کم ہو گیا ہے' اب یہ خود کو ایڈورڈ سوم سمجھنے لگا ہے۔

○○○

• رستم زبان

شیخ رشید صاحب نے پہلی بار ایم اے ہسٹری کا امتحان دینا چاہا تو پنجاب یونیورسٹی نہیں مانی۔ ہماری بار بھی نہیں مانی تھی' ہم نے کہا تھا ہمارا امتحان نہ لیں۔ کالج کے زمانے میں ہم تاریخ جاننے کے لئے کتاب کی بجائے گھڑی دیکھتے۔ اس عمر میں تو شیخ صاحب بھی تاریخ کی انگریزی ڈیٹ ہی بتاتے۔ امتحان ہمیں بھی اچھا لگتا ہے بس اس کا نتیجہ نہ نکلے۔ امتحان کے دنوں میں ہماری بے خوابی کا یہ عالم ہوتا کہ کتاب کھولے بغیر نیند نہ آتی۔ فائنل امتحان کے دوران تو نیند اتنی بری ہو گئی کہ جب اٹھنے کا وقت ہوتا تب بھی نیند نہ آتی۔ آج کل تو امتحان دراصل دیانتدار ممتحنوں کا ہوتا ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے ہمیں تاریخ میں وہ بات اچھی لگتی ہے جو یاد نہ کرنی پڑے۔ مڈل کے امتحان میں تو ہم پانی پت کی لڑائی پر مارے گئے۔ اب بھی یہ حال ہے کہ ہم سے ایک جرنلسٹ نے گلوکارہ نورجہاں کے خاوندوں کے نام پوچھے تو ہم نے ابھی شوکت حسین رضوی' اعجاز درانی اور شہنشاہ جہانگیر ہی بتائے تھے کہ وہ بولے "ہسٹری کو ہسٹریا نہ بناؤ۔" ہمیں تاریخ پڑھ کر جو سب سے برا لگا وہ مورخ تھا۔ لیکن شیخ رشید تاریخ کا امتحان نہیں دے رہے تاریخ ان کا امتحان لے رہی ہے۔ پیٹر گلبرتھ کے بقول "محترمہ بے نظیر بھٹو نے ریڈ کلف سے بی اے' آکسفورڈ سے ایم اے لیکن پی ایچ ڈی سکھر جیل سے کی۔" شیخ صاحب نے تو مڈل بھی راولپنڈی جیل سے کا جو عمر کسی میں دلچسپی لینے کی ہوتی ہے اس عمر میں خود میں دلچسپی لینے لگے۔ انہیں ہار بھی ایسے نہیں ملی یہ بھی نہیں جیتنا پڑی۔ وہ پیدائشی لیڈر ہیں۔ ہماری طرح وہ بچپن ہی میں پیدا ہوئے جس میٹرنٹی ہسپتال میں پیدا ہوئے وہاں روتے تو سارے ہسپتال کے بچے یوں رونے لگتے جیسے ان کے نعرے کا جواب دے رہے ہوں۔ بچپن میں محلے میں یوں پھرتے

جیسے مہاتما گاندھی ہوں' کپڑے پہننے تو انہوں نے بعد میں شروع کئے۔ جس دن محلے سے ان کی شکایت نہ آتی والدہ ڈاکٹر کے پاس لے جاتیں کہ آج یقیناً یہ بیمار ہے' جس دن سکول سے واپسی پر ماسٹر کے ڈنڈوں کے ہاتھ پر نشان نہ ہوتے گھر والے سمجھتے آج یہ سکول ہی نہیں گیا۔ آج کل تو سکول ٹیچر ذہین اور لائق شاگرد کو اس لئے نہیں ڈانٹتے کہ کل وہ ہمیں ہمارے ساتھ ٹیچر ہو گا' نالائق اور آوارہ لڑکوں کو ڈانٹتے ہوئے اس لئے ڈرتے ہیں کہ کل ان میں سے کوئی وزیر تعلیم لگ کر نہ آ جائے۔ آزاد کشمیر کی تاریخ نے تو ایک ایسا وزیر بھی دیکھا جس نے سکول وزیر تعلیم بننے کے بعد دیکھا۔ شیخ صاحب کے اپنے بقول بچپن میں وہ بڑے خوبصورت تھے لیکن پھر وہ بڑے ہو گئے۔ ان کی حرکتوں کی وجہ سے گھر والوں کو شک تھا کہ ان میں "جن" ہے۔ ان کے سیاسی مخالفوں کو اب اس کا یقین ہے۔ ہم نے ایک صاحب سے پوچھا "ان کے والد بھی سیاستدان تھے؟" وہ بولا "نہیں! وہ سیدھے سادے دیانتدار آدمی تھے۔" نپولین بونا پارٹ نے کہا ہے بندوں کو مارنے کے کئی طریقے ہیں جیسے گولی سے' تلوار کے زور سے یا تہمت سے' ان سب کا نتیجہ تو ایک ہی نکلتا ہے۔ پر ان میں آخری سب سے ظالمانہ ہے۔ ان پر تہمت لگی کہ ان کے پاس سے کلاشنکوف نکلی ہے حالانکہ الزام تو کلاشنکوف پر لگانا چاہیے تھا کہ وہ ان سے نکلی۔ اصل میں حکومت نے انہیں بغیر لائسنس کے ایسا منہ رکھنے پر سزا دی ہے۔ وہ ٹی وی سے بھی زیادہ بولتے ہیں۔ جگت بازی میں وہ سیاسی اسٹیج کے امان اللہ ہیں۔ اگر ان کے بال اسی طرح گرتے رہے تو ایک دن بو برال بن جائیں گے۔ کمزور وہ ہوتا ہے جو اس وقت بولتا ہے جب بولنا مناسب ہوتا ہے۔ شیخ رشید کسی سے کیا ڈریں گے وہ تو خود سے نہیں ڈرتے' بہادری ان میں پولیس نے کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ خدا اور شادی کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ ان کی شادی اس لئے نہ ہوئی کہ جب وہ راضی ہوتے تو دوسرے نہ مانتے جب دوسرے نہ مانتے تب یہ راضی ہوتے۔ ویسے بھی شادی کرانے' آپریشن کرانے' انکم ٹیکس دینے

اور دوسرے بہادرانہ کام کرنے کے لئے بڑا حوصلہ چاہیے۔
شیخ رشید صاحب کی زبان ان کے قد سے بڑی ہے' لفظ ان کے سامنے ہاتھ باندھتے ہیں' سننے والے بھی یہی کرتے ہیں۔ زبان ان کی پہچان ہے وہ اپنے محلے کے سری پایوں والے کی دکان پر بھی چلے جائیں تو وہ ان کے لئے "زبان" ہی نکالے گا۔ ان کی اردو میں بھی سری پایوں اور لسی کی ہمک آتی ہے۔ "حلیم" طبع ہیں پہلے انڈے اور ٹماٹر خوش ہو کر کھاتے جب سے سیاست میں آئے ہیں انڈے اور ٹماٹر نہیں کھاتے خاص کرکے جلسوں میں' الیکشن میں اس لئے حصہ لیتے ہیں کہ بچپن ہی سے لڑنے کا شوق تھا۔

URDU4U.COM

"ورسٹائل" سیاستدان ہیں ان کے کردار کے بارے میں ایک فلمی جرنلسٹ نے بتایا کہ بڑا اچھا کردار کرتے ہیں اس کے بقول جب یہ فلمی وزیر تھے تو فلم انڈسٹری کے نصف بہتر کی بہتری کے لئے جو بھی آیا اسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا جسے کچھ نہ دے سکتے اسے فون نمبر دے دیتے۔ انہوں نے غلطی کی ہو تو کی ہو کبھی حماقت نہیں کی۔ غلطی اور حماقت میں یہ فرق ہے کہ اگر آپ اپنا پرانا جوتا بھول کر کسی کا نیا پہن لیں تو یہ غلطی ہے۔ اگر نیا جوتا بھول کر کسی کا پرانا پہن لیں تو اسے حماقت کہتے ہیں۔ اپنی کتاب "فرزند پاکستان" میں لکھتے ہیں "امتحان کے دنوں میں وہ قبرستان جا کر مطالعہ کرتے' جب کسی مردے کے لئے نئی قبر کھودی جاتی تو اس کے اندر بیٹھ کر پڑھنا اچھا لگتا۔" ہمیں تو لگتا ہے یونیورسٹی والوں نے ان کا امتحان لینے سے اس لئے انکار کیا ہے کہ امتحان کی تیاری کے لئے انہیں اتنی قبریں کہاں سے دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے پنجاب یونیورسٹی اس لئے ان کا امتحان نہ لے رہی ہو کہ جب پوری حکومت ان کا امتحان لے رہی ہے تو پھر پنجاب یونیورسٹی کو اپنے ممتحن بھیجنے کی کیا ضرورت!

○○○

• دل ستانیاں

URDU4U.COM

صاحب! دل کے ستانے کو پہلے شاعر کیا کم تھے کہ اب ڈاکٹر بھی اس میں لگ گئے ہیں۔ انہیں ہر خرابی دل ہی میں نظر آتی ہے۔ دل نہ ہوا' سابق حکومت ہو گئی۔ انہیں تو تحقیق بھی وہی دلچسپ لگتی ہے جو دل پر چسپ ہو سکے۔ اگرچہ اب حالات ایسے ہیں کہ صرف وہ دل کے دورے سے محفوظ ہے جس کے پہلو میں دل ہی نہیں۔ جب سے فضاء میں آلودگی بڑھی ہے' سب ہمیں اتنی تلقین کرتے ہیں کہ کبھی کبھی لگتا ہے' کہہ رہے ہوں "بے ضرورت سانس نہ لو' سانس بچاؤ کل کام آئے گا۔" دو سو سال آکسیجن دریافت ہوئی تھی' اس سے پہلے پتہ نہیں لوگ کیسے سانس لیتے تھے۔ ایسے ہی ہر چیز کے دل پر اثر ہونے کا سن سن کر ہم نے دل کا استعمال بہت کم کر دیا ہے۔ ظاہر ہے جتنا زیادہ استعمال ہو گا' اتنا زیادہ خرابی کا خطرہ ہو گا۔ ہمارے ہاں سیاستدان اور بڑے افسر تو پہلے ہی دل کا استعمال کم سے کم کرتے ہیں' زیادہ کام بے دلی ہی سے چلاتے ہیں۔ اسی لئے انہیں دل کا دورہ کم اور بیرون ملک کا دورہ زیادہ پڑتا ہے۔ پچھلے دنوں جرمن کے دل باختہ ڈاکٹر سٹیفن این ویلچ نے تحقیق کے بعد اعلان کیا کہ سوموار کے دن ہارٹ اٹیک سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا دل کو حسن کے بعد' سگریٹ' شوگر اور سوموار سے خطرہ ہے۔ ڈاکٹر سٹیفن دل کے امراض کے ماہر ہیں۔ ماہر وہ ہوتا ہے جو کسی آسان سوال کا مشکل جواب دے سکے۔ ڈاکٹر صاحب کے خیال میں چونکہ اتوار کو چھٹی ہوتی ہے اور چھٹی سے اگلے روز سوموار کو لوگوں کو دفتر جانا پڑتا ہے' اس سٹریس کی وجہ سے ان کو سوموار کو ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے۔ جیسے ہم وہ چینی سب سے زیادہ استعمال کرنے لگے ہیں جس سے شوگر یا ذیابیطس نہیں ہوتی یعنی نکتہ چینی۔ ایسے ہی جرمنوں کو ایسی سوموار ڈھونڈنا چاہیے جو اتوار کے بعد نہ آتی ہو۔ ایک دانشور

نے اس کا حل یہ بتایا کہ اتوار کے بعد ڈائریکٹ منگل آ جائے یعنی سوموار آئے نہ ہارٹ اٹیک ہو یا نہ ہو کہ چھٹی سے اگلے دن دفتر لگا ہی نہ کریں۔ ایسے ہی جب ہمیں پتہ چلا کہ سب سے زیادہ ایکسیڈنٹ وہ لوگ کرتے ہیں جو پہلی مرتبہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہیں تو ہم نے حادثوں سے بچنے کے لئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ پہلی مرتبہ بندے کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنا ہی نہیں چاہیے۔ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب نے کہا تھا کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ سب سے آخری بچہ بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے' اس لئے آخری بچہ ہونا ہی نہیں چاہیے۔ ایسے ہی ہمارے ہاں ہر سابق حکومت کرپٹ ہوتی ہے' سو کرپشن سے بچنے کے لئے یہ ہونا چاہیے کہ سابق حکومت ہو ہی ناں۔

لیکن کیا کریں لوگوں کو یہ باتیں سمجھ ہی نہیں آتیں۔ وہ تو یہ پوچھتے ہیں کہ جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو چوہے اسے خیرباد کیوں کہہ دیتے ہیں' حالانکہ انہیں کون سمجھائے کہ جو کشتی پہلے ہی ڈوب رہی ہے اسے بھلا چوہوں کی کیا ضرورت؟

آج لوگ درد دل کی شکایت کرتے ہیں۔ پہلے جس میں درد دل نہ ہوتا' اس کی شکایت کرتے۔ اب تو کچھ لوگ صرف اس لئے دل کے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ ان کے پہلو میں بھی دل ہے۔ جیسے ملائشیا میں دو موسم ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں بارش نہیں ہوتی اور دوسرا وہ جس میں بارش ہوتی ہے۔ اس حساب سے تو لگتا ہے ہماری پشتو فلمیں ملائیشیا میں فلمائی جاتی ہیں۔ لوگ بھی اکثر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو درد رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں رکھتے۔ بندے میں خود اعتمادی نہ ہو تو اس کے ایک ہی رات میں بال سفید ہو جاتے ہیں اور عورت میں یہ نہ ہو تو ایک ہی رات میں کسی بھی رنگ کے۔ ایسے بندے میں درد دل نہ ہو تو وہ کچھ بھی بن سکتا ہے۔ البتہ ہو تو صرف انسان ہی بن سکتا ہے۔

اس سے پہلے ایک ریسرچ یہ آئی تھی کہ دل کا دورہ کنواروں کی نسبت شادی شدہ کو زیادہ پڑتا ہے۔ شادی وہ بزنس ہے جس میں سلیپنگ پارٹنر سب سے زیادہ جاگتا ہے۔

URDU4U.COM

ہمارا ایک دوست جس نے بچپن خسرے اور جوانی خسارے میں گزاری' کہنے لگا "مجھے چھٹیاں چاہئیں' میری شادی ہے۔" پوچھا "آپ نے گرمیوں کی چھٹیوں میں شادی کیوں نہیں کی؟" بولا "اس لئے کہ میں اپنی چھٹیاں خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔" کچھ کے نزدیک شادی باکسنگ کا کھیل ہے' کبھی پہلے راؤنڈ میں فیصلہ ہو جاتا ہے اور کبھی آخری راؤنڈ تک مقابلہ جاری رہتا ہے۔ لیکن ہمارے وہ دوست شادی کے بعد دل کی بیماری کی بجائے سرطان میں مبتلا ہو گئے' ان کی بیوی کا برج سرطان جو ہے۔ پھر امریکہ سے یہ تحقیق آئی کہ جس کی بیوی جتنی پڑھی لکھی ہو گی' اسے دل کی بیماری ہونے کے اتنے ہی زیادہ امکانات ہوں گے۔ یوں دل کا سارا بوجھ زنانہ تعلیمی اداروں پر ڈال دیا گیا۔ ہم مانتے ہیں کہ ان اداروں کے پاس سے گزرنے والوں کے دل پر اثر ہوتا ہے مگر اتنا علم نہ تھا کہ یہاں تعلیم کو فروغ نہیں دیا جا رہا' مردانہ دل کی بیماریوں کی شرح میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ تحقیق کے مطابق جس کی بیوی چار جماعتیں پڑھی ہو گی' اس کے خاوند کو چار فیصد دل کا مرض ہونے کا خدشہ ہو گا جبکہ ایم اے پاس بیوی کے خاوند کو سولہ فیصد۔ اس حساب سے تو ڈبل ایم اے اور پوسٹ گریجوایشن کرنے والی بیویوں کے خاوندوں کا تو ڈاکٹر ہی حافظ۔ پھر تحقیق آئی کہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی بیویوں کے خاوندوں کو دل کا دورہ پڑنے کی شرح مختلف ہوتی ہے۔ جبکہ اس میں سب سے زیادہ شرح فلمی اداکارہ کے "خاوندوں" کی ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ پتہ نہیں کہ خاوندوں کی شرح زیادہ ہوتی یا دل کے امراض کی۔ اداکارائیں اپنا قد بڑھانے کے لئے سینڈل اور سکینڈل کا سہارا لیتی ہیں۔ اداکاراؤں میں یہ بات عجیب ہے کہ جب وہ بری ہوتی ہیں تو بہت اچھی لگتی ہیں اور جب اچھی ہوتی ہیں تو بری لگنے لگتی ہیں۔ ان کی فیس لفٹنگ پر جتنا خرچہ آتا ہے اس کا تو سن کر ہی چہرے لٹک جاتے ہیں۔

لیکن ہمارے ڈاکٹر اس پر خوش ہیں کہ ہمارے ہاں چھٹی سے اگلے دن ہارٹ اٹیک کم ہوتے ہیں حالانکہ یہی پریشانی کی وجہ ہے۔ ہمارے ہاں تو کوئی پوچھے کہ پارلیمنٹ میں

کب کام نہیں ہوتا۔ تو جواب ہے "چھٹیوں سے پہلے اور چھٹیوں کے بعد۔" موجودہ حالات میں انسان اتنا مصروف ہو گیا ہے کہ سرکاری دفتر نہ ہوتے تو اسے ستانے کا وقت نہ ملتا۔ ہمارے دفتری اوقات تو دفتری کی اوقات کے مطابق ہوتے ہیں۔ وقت کی پابندی کا اس سے اندازہ کر لیں کہ سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو کے پی اے نے لکھ دیا "تقریر 2 P.M." تو صاحب نے پوچھا "ایک پی ایم تو میں ہوا' یہ دوسرا کون ہے جو تم نے دو پی ایم لکھا ہے؟" نیند کے مارے جانتے ہیں کہ کلاس روم اور سرکاری دفتر سونے کی دو ... کانیں ہیں۔ دفتر میں جو جتنا بڑا ہوتا ہے اتنا ہی ست ہوتا ہے۔ گھڑی کی سوئیاں جتنی تیز ہوتی ہیں اتنی ہی کم اہم ہوتی ہیں۔ جگر مراد آبادی نے بھوپال میں ایک بار انجمن الکہلا بنائی جس کا ہر کاہل' ممبر بن سکتا تھا۔ ان کا ایک سرکاری دوست اس انجمن کا ممبر نہ بنا تو جگر نے کہا "اسے صدر الکہلا بنا دو کیونکہ وہ اتنا کاہل ہے کہ ممبر بن نہیں بن سکا۔" دفتروں میں کچھ لوگ رشوت لیتے ہیں جبکہ اکثریت شریف آدمیوں کی ہوتی ہے۔ شریف آدمی وہ ہوتا ہے جو صرف اس صورت میں رشوت لیتا ہے جب اسے موقع ملتا ہے۔ البتہ ہمارے ہاں جب حکومت نے ہفتے میں دو چھٹیاں کی تھیں تو دل کا دورہ پڑنے کی شرح بڑھ گئی تھی جس کی وجہ اس واقعہ سے پتہ چلے گی ------ ہمارے ایک جاننے والے کو ڈاکٹر نے کہا "آپ کو دل کا مرض لاحق ہے' اس لئے سخت آرام کی ضرورت ہے۔" وہ دفتر سے مہینے کی چھٹی پر تھے' ڈاکٹر کی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس نے فوری طور پر چھٹی کینسل کرا دی اور دفتر جانا شروع کر دیا۔

○ ◯ ○

Marriage Lie - Sense •

میرج لائسنس کا اور کسی کو فائدہ ہو نہ ہو، حکومت کو ضرور پہنچتا ہے کہ شادی کے بعد بندہ ہر بات پر حکومت کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ ہاں اگر میاں بیوی کے تعلقات اچھے نہ ہوں تو اس کے سیاست پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسے برطانوی سیاستدان مسٹر ریڈلے نے کہا تھا کہ میں سیاست میں اس لئے آیا تا کہ اپنی فیملی کے ساتھ کم سے کم وقت گزار سکوں، اگر بیوی اچھی ہوتی تو مجھے سیاست میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ سیاست اور شادی میں جب دوسرا کہے کہ میں سچ بولنے لگا ہوں تو پہلا یہی سمجھتا ہے مجھے برا بھلا کہنے لگا ہے۔ پچھلی دہائی میں ایک ریسرچ رپورٹ کے مطابق جو جھوٹ سب سے زیادہ بولے گئے، ان میں نمبر ون یہ تھا کہ میری بیوی آج تک مجھے نہیں سمجھ سکی اور نمبر ٹو یہ تھا "حکومت چاہتی ہے کہ لوگوں کے مسائل حل کرے۔" پہلے سیاستدان نے جو کرنا ہوتا تھا، وہ نوٹ کیا کرتے۔ اب "نوٹ" لیا کرتے ہیں۔ ووٹ آف نو کانفیڈینس بھی اب "نوٹ" آف نو کانفیڈینس بن گیا ہے۔ یہ عدم اعتماد شادی میں بھی یوں آیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ رومانی ناول چھاپنے والے ایک ادارے کو یہ سروے کرنا پڑا کہ اگر مردوں کو دوبار موقع ملے تو کیا وہ اسی عورت سے شادی کریں گے جو اب ان کی بیوی ہے۔ یہ سروے 19 ملکوں کے پانچ ہزار خاوندوں سے کیا گیا۔ کینیڈا کے 96 فیصد شوہروں نے "ہاں" میں جواب دیا جبکہ 94 فیصد برطانوی خاوندوں کا جواب "ہاں" میں تھا لیکن 50 فیصد جاپانیوں "نہیں" کہہ کے سو فیصد جاپانی بیویوں کو حیران کر دیا۔ جاپان کے لئے حیران کرنا تو کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ کمپیوٹر کا ان کی زندگی میں اس قدر عمل دخل ہے کہ ان سے پوچھو کہ آپ کے کتنے بچے ہیں تو وہ بھی کمپیوٹر سے حساب کرکے بتائیں گے۔ ہمارے ہاں تو جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی کوئی عمر نہیں ہوتی، وہاں تو جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی عمر نو ماہ ہوتی ہے۔ اگرچہ

وہاں آج بھی ایسی بھولی بھالی عورتیں ہیں جیسے ------ ایک جاپانی عورت پوچھ رہی تھی کہ کیا پھول حاصل کرنے کے لئے دو بیج اکٹھے بونے پڑتے ہیں؟ جاپانی مصروف لوگ ہیں' ان کے پاس تو بیوی سے لڑنے کے لئے وقت نہیں ہوتا' بیوی کو اس کے لئے کئی ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اداکار چارج برنز کی طرح' جس نے لکھا تھا "میں ابھی نہیں مر سکتا کیونکہ میں تو ایک سال کے لئے بک ہوں۔" جاپانی کاریں بناتے ہیں' جن پر امراء چڑھتے ہیں۔ ہم ویگنیں بناتے ہیں جو غرباء پر چڑھتی ہیں۔ وہاں جگہ کی قلت کا یہ عالم ہے کئی کئی دن خاوند کو اپنے گھر میں سونے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ ایک ٹیچر سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے چھوٹے بچوں کو سکول میں پڑھانا کیوں پسند کیا؟ کہا "مجھے ہر عمر کے بچوں سے پیار ہے لیکن چھوٹے بچوں کے سکول میں پارکنگ کی جگہ مل جاتی ہے۔" وہاں موسم اور مرد بدلتے دیر نہیں لگتی۔ عورت دوپٹوں کی بجائے چھتریاں اوڑھتی ہیں' وہاں بیوی اور بارش برسنے کا کوئی وقت نہیں۔ ان کے نزدیک تو بیوی اور ڈاکو میں یہ فرق ہے کہ ڈاکو کہتا ہے "رقم دو یا زندگی" پر بیوی یا نہیں کہتی۔ جاپانی کہاوت ہے کہ تمام شادی شدہ عورتیں بیویاں نہیں ہوتیں۔ ہو سکتا ہے بیشتر شادی شدہ عورتیں خاوند ہوتی ہوں۔ بہرحال ہم جاپانی عورتوں سے ڈرے بیٹھے تھے کہ ہماری نظر پاکستان کے سروے پر پڑی جس کے مطابق جب لوگوں سے پوچھا گیا کہ اگر انہیں دوبارہ موقع ملے تو کیا اسی بیوی سے شادی کریں گے؟ تو اکثر کا جواب تھا کہ اگر موقع نہ ملا تو کر لیں گے۔ محتاط اندازے کے مطابق 80 فیصد پاکستانی خاوندوں نے سروے کا جواب "نہیں" میں دیا جس پر ہمیں حیرانی نہیں ہوئی۔ حیرانی تو ان 20 فیصد پر ہے جنہوں نے "ہاں" کہا ہے۔

ہمارے ہاں مرد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خوش باش اور چاک و چوبند' دوسرے شادی شدہ۔ شادی آدھی رات کی فون کال کی طرح ہے۔ ایک رنگ ہوتی ہے اور پھر آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ شادی سے پہلے ہمارے گھروں میں ڈھولک اور گھڑا بجتا ہے۔

بعد میں دوسرے برتن بجتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک شادی مفت کپڑے دھلوانے کا سب سے مہنگا طریقہ ہے۔ ہم نے ایک سیانے سے پوچھا "شادی کا سب سے خطرناک سال کونسا ہوتا ہے؟" وہ بولا "پہلا" پوچھا "اس کے بعد؟" کہنے لگا "دوسرا' تیسرا' چوتھا ------"
URDU4U.COM
میرج لائسنس اور ڈرائیونگ لائسنس میں یہ فرق ہے کہ ڈرائیونگ لائسنس کے لئے پہلے آنکھوں کا ٹیسٹ لیتے ہیں۔ ویسے اگر شادی سے پہلے بندے کا "آئی ٹیسٹ لیا جائے تو مفید ہو سکتا ہے۔ وہ کسی ماہر شادی جات کے سامنے بتائیں کہ وہ ایک دوسرے میں جو دیکھ رہے ہیں وہ ایک دوسرے میں ہے بھی یا نہیں۔ ایک امریکی رائٹر لکھتا ہے "میرج لائسنس سے آپ صرف ایک ڈیئر کا شکار کرتے ہیں۔" ایک پاکستانی ادیب کہہ رہا تھا "جب میری شادی وقوع پذیر ہوئی ------" کسی نے کہا "وقوع پذیر تو سانحے ہوتے ہیں۔" ادیب بولا "ہاں! تو میں کہہ رہا تھا جب میری شادی وقوع پذیر ہوئی ------" جے کے چسٹرٹن تو کہتا ہے "شادی باہر کی دنیا کے خلاف آرڈ لائسنس ہے۔"

محبوبہ کا بیوی بننا شعر کا نثر بننا ہے اور نثر بندہ زیادہ سے زیادہ کتنی بار پڑھ سکتا ہے۔ ہمارے ایک "خضاب" رسیدہ جاننے والے جنہوں نے فلم میں ہیرو آنے کے لئے ایک اداکارہ سے شادی کی۔ وہ فلم میں ہیرو آئے' جی ہاں اپنی شادی کی فلم میں۔ اب کہتے ہیں "پچاس چیک بک قبل میں شادی کے گھاٹ اتار دیا گیا۔" فرماتے ہیں "میری بیوی خوبصورتی میں شہر بھر میں دوسرے نمبر پر ہے۔" پوچھا "پہلے نمبر پر کون ہے؟" کہا "باقی سب" ------ ہم روز اتنا غور سے اپنی بیوی کو نہیں دیکھتے جتنا دوسروں کی بیوی کو۔ ایک صاحب کو کسی نے خط لکھا کہ میری بیوی کو گھورنا چھوڑ دو' ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گا۔ وہ بہت پریشان ہوئے تو ہم نے پریشان کی وجہ پوچھی بولے "لکھنے والے نے نیچے اپنا نام نہیں لکھا۔" شادی سے پہلے بندہ بیوی کی باتیں یاد کرکرکے ساری ساری رات جاگتا ہے۔ شادی کے بعد بیوی کی بات ابھی ختم نہیں ہوتی کہ وہ سو چکا ہوتا ہے۔ مرد اچھی بیوی کی تلاش میں ہوتا ہے' اسے وہ ملتی ہے مگر تب تک وہ کسی اور سے شادی کر

چکی ہوتی ہے۔

اکثر خاوند اپنی پہلی بیوی کی وجہ سے کامیابی حاصل کرتے ہیں اور اپنی دوسری بیوی کامیابی کی وجہ سے حاصل کرتے ہیں۔ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ برے وقت میں عورت اس کا ساتھ دے مگر جب اچھا وقت آتا ہے تو وہ خود دوسری شادی کر لیتا ہے۔ برطانیہ اور کینیڈا کے شوہروں کے "ہاں" کہنے کی وجہ تو یہ ہے کہ وہاں میاں بیوی کہلواتے ہی وہ ہیں جو ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ہم نے ایک برطانوی سے کہا کہ پاکستانی خاوندوں کی اس رائے کی وجہ شاید یہ ہو کہ ہمارے ہاں خاوند اپنی بیوی کو تب تک نہیں جانتا جب تک اس سے شادی نہیں ہو جاتی تو وہ بولا اکثر ملکوں میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ خاوندوں کی رائے تو معلوم کر لی گئی حالانکہ ان سے یہ بھی پوچھنا چاہیے تھا کہ آپ کی بیوی میں آپ کی بیوی ہونے کے علاوہ اور کون کون سی خامیاں ہیں۔ بیویوں سے بھی پوچھنا چاہیے کہ ان کو اگر دوبارہ موقع ملے تو وہ کیا کریں گی۔ ہمیں امید ہے کہ دونوں کی رائے ایک جیسی ہی ہو گی کیونکہ ہمارے ہاں میاں بیوی میں بہت اتفاق ہے۔ اس کے باوجود وہ خوشی خوشی رہ رہے ہیں' آپ کو پتہ ہے خوشی ہے کیا؟

------ اچھی صحت اور بری یادداشت۔

○○○

- حروف تہجی کا سوپ

ہمارے ہاں دفتروں میں ذمہ دار شاعر ہی ہوتے ہیں' دفتر میں کچھ بھی ہو جائے' انہیں ہی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ کچھ تو اس ڈر سے چھٹی نہیں کرتے کہ دفتر والوں کو کہیں پتہ نہ چل جائے کہ دفتر ان کے بغیر بھی چل سکتا ہے اور باقی اپنے شعروں اور کلام سے کسی اور کو پتہ نہیں چلنے دیتے کہ وہ شاعر ہیں۔ کچھ تو اتنے کمال کے ہیں کہ ان کا پورا مجموعہ کلام پڑھ لیں تب بھی ان کے شاعر ہونے کا پتہ نہ چلے۔ لیکن امریکی کمپنیاں اس سے بھی کمال کی ہیں۔ انہوں نے ملازمین کی کارکردگی بڑھانے کے لئے شاعروں کو ملازم رکھنا شروع کر دیا ہے۔ یہ ایسے ہی جیسے ایک بینک کی طرف سے چوکیدار کے لئے اشتہار ہو کہ چوکیدار کو چوری کا کئی سال کا تجربہ ہونا چاہیے تا کہ کوئی ماہر سے ماہر چور بھی اسے دھوکا نہ دے سکے۔ بوئنگ طیارہ ساز کمپنی نے جب شاعر ڈیوڈ وائٹ کو ملازم رکھا تو ہم نے سمجھا شاید اس لئے رکھا ہو کہ شاعر بھی "اڑانے" کے ماہر ہوتے ہیں۔ لیکن حیرانی ہوئی کہ ڈیوڈ کو 500 افسران کو اپنی نظمیں سنا سنا کر ان کی کارکردگی بڑھانے کے لئے رکھا گیا ہے۔ ڈیوڈ بڑی اچھی انگریزی لکھتے ہیں پھر گرائمر میں دلچسپی لینے لگے لیکن ہمیں یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ ڈیوڈ وائٹ نے اپنی نظمیں سنا سنا کر افسران کی کارکردگی بہتر کر دی ہو۔ ہو سکتا ہے بوئنگ طیارہ ساز کمپنی نے اچھی کارکردگی نہ دکھانے والے افسروں کو سزا دینے کے لئے نظمیں سنوانے کے لئے شاعر رکھا ہو۔ شاعری حروف تہجی کا سوپ ہے جسے پینا' غصہ پینا ہے۔ ایک بار جوش ملیح آبادی صاحب نے اپنی محبوبہ کو یہ رباعی سنائی:

اللہ ری یہ حرف انکشافی آنکھیں
URDU4U.COM
جھکتی، اٹھتی، رواں، ذخافی آنکھیں
احساس پر گر پڑی، کڑک کے بجلی
کافر نے اٹھائی جو غلافی آنکھیں

محبوبہ بولی، آپ میری تعریف کر رہے ہیں یا لفظوں سے مجھے سنگسار کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کو نئے ملک کا خواب دکھایا۔ آج کی شاعری بھی بڑی خواب آور ہے۔ شاعری اور سونا بڑے فن ہیں۔ سونا تو ایسا فن ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لئے بندے کو سارا دن کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ شاعر کی غزل سننا اس کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ پہلے شاعر کا گزارا یوں ہو رہا تھا، کبھی ہم ان کے شعر سن لیتے کبھی وہ ہمیں اپنے شعر سنا دیتے۔ ان کو شعر سنانے پر تنخواہ ملنا تو ایسے ہی ہے جیسے ایک دیہاتی ٹریفک پولیس میں بھرتی ہوا، مہینے کے بعد تنخواہ ملی تو بولا عجب کام ہے، آنے جانے والوں کو سیٹیاں مارنے کے بھی پیسے ملتے ہیں۔ لیکن امریکی کمپنیاں ایسی ہیں کہ ہم تو ان کی کمپنی میں بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ پچھلے دنوں ایک جاپانی اور امریکی کمپنی میں کشتی رانی کا مقابلہ ہوا۔ جاپانی ایک میل سے جیت گئے۔ امریکیوں نے اس کے اسباب جاننے کے لئے ایک تجزیہ نگار مقرر کیا، اس نے بتایا کہ جاپانی ٹیم میں ایک منتظم اور چھ کشتی چلانے والے تھے، جبکہ امریکیوں میں چھ منتظم اور ایک کشتی چلانے والا تھا۔
امریکیوں نے ٹیم میں فوری تبدیلی کی اب ان کی ٹیم میں ایک سینئر مینجر چھ انتظامی امور کے ماہر اور ایک کشتی چلانے والا تھا۔ اس بار جاپانی دو میل سے جیت گئے تو امریکیوں نے کشتی بان کی چھٹی کرا دی۔ اب انہوں نے شاعروں کو فعال بنانے کا کام شروع کیا ہے۔ اگرچہ خود ان کی گرائمر کا یہ حال ہے کہ سکول میں بھی ان کا کوئی فعل ٹھیک نہیں ہوتا جیسے جدید پینٹنگ پہچاننا بڑا آسان ہے۔ دوسرے ممالک میں کہتے ہیں،

اولاد میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہونی چاہیے کہ اگر ایک بیٹا جینئس نکل آئے تو دوسرا گھر کا خرچہ چلا سکے۔ ہمارے ہاں اولاد میں شاعر کا مارجن بھی رکھتے تھے۔ یوں ہر سال شاعروں کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جو شاعر کو دیکھتے ہی "بک بک" کرنے لگے' اسے نقاد کہتے ہیں۔ نقاد کو پسند کرنا پسند ہوتا ہے۔ وہ تو گرتی آبشار کو دیکھ کر بھی یہی کہتے ہیں کہ یقین نہیں آ رہا کوئی اس حد تک گر سکتا ہے۔
تنقید وہ کام ہے جس میں کولسٹرول لیول بندے کے مینٹل لیول سے بڑھ جاتا ہے۔ بڑے نقاد تو جس کا کلام پڑھ لیں' اس سے کلام نہیں کرتے' حالانکہ شاعر بیچاروں نے زندگی میں جتنی بھی غلطیاں کی ہوتی ہیں' بیشتر وزن کی ہوتی ہیں۔ ایک نقاد نے کہا "میں شکل دیکھ کر بتا سکتا ہوں' شاعر میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔" شاعر بولا "اور یہ جان کر آپ کو بڑی شرمندگی ہوتی ہو گی۔" بہرحال امید بندھی ہے کہ امریکی کمپنیاں ہمارے معیاری شاعر امپورٹ کریں گی لیکن ٹی وی پر صبح شام یہ اعلان سن سن کر اب پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق اتنے بجے ہیں' یہ لگنے لگا ہے کہ پاکستان میں صرف وقت ہی معیاری ہوتا ہے۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ ہمارے شاعر اتنے اچھے ہیں کہ انہیں کبھی ٹماٹر اور انڈے نہیں پڑے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں غریبوں کے پاس یہ چیزیں ہوں تو وہ انہیں مارنے کی بجائے کھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
شیکسپئر تو یہ جانے بغیر کام کرتا رہا کہ وہ ایک دن شیکسپئر بن جائے گا مگر آج کا شاعر چھوٹی عمر میں وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے جو پرانے شاعر ساٹھ ستر سال کی عمر میں جا کر حاصل کرتے مثلاً سر کا گنج۔ کاغذ کو کتنا بھی ہلائیں وہ پھر بھی اسٹیشنری ہی کہلاتا ہے لیکن کاغذ مہنگا ہونے سے چالیس روپے فی سینکڑا غزل والی کتاب اسی روپے میں بکنے لگی۔ غزل لکھنا کم ہوا ہے کہ اسے لکھنے کے لئے بڑی محنت چاہیے' نظمیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس کے لئے بھی بڑی محنت چاہیے جی ہاں انہیں پڑھنے کے لئے۔ اس کے باوجود ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ مشاعروں پر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اب فلاں شاعر

زحمت کلام دینے آ رہے ہیں۔

شاعر اور سیاستدان کے پاس ہر مسئلے کے آدھ درجن حل ہوتے ہیں۔ ان میں ایک ٹھیک بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کون سا حل ہے؟ شاعر اپنے لفظوں کا کھاتا ہے اور سیاستدان اپنے لفظ کھاتا ہے۔ ایک امریکی سیاستدان نے کہا تھا "شاعروں کو برین واش کی ضرورت ہوتی ہے۔" جس پر ایک شاعر نے کہا اور سیاستدانوں کو ماؤتھ واش کی۔

صدر فاروق لغاری صاحب نے پچھلے سال رائٹرز کانفرنس پر کہا کہ وزراء کو دوروں پر شاعروں کو ساتھ رکھنا چاہیے۔ ملکوں کے دوروں پر تو کسی نے رکھا نہیں شاید دل کے دوروں پر ساتھ رکھیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے' وزراء نے کہا ہو کہ اگر ہم نے شاعروں کو ہی ساتھ رکھنا ہے تو پھر وزیر بننے کا فائدہ۔ بہرحال امریکہ کی طرح شاعروں کو کمپنیوں میں نہ سہی' تھانوں میں ضرور رکھنا چاہیے۔ تھانے اکثر جرائم پیشہ افراد سے بھرے رہتے ہیں۔ جن کی صحبت میں رہ رہ کر پولیس والے بھی خراب ہو رہے ہیں۔ وہاں شاعر ہوں جو نظمیں سنا سنا کر محکمہ پولیس کی کارکردگی بہتر بنائیں۔ شاعروں نے تھانے تو جانا ہی ہوتا ہے۔ اگر اس کی تنخواہ بھی ملنے لگے تو کیا مضائقہ ہے؟

○ ○ ○

• شر ---- آفت

ہم اخبار میں یہ پڑھ کر حیران رہ گئے کہ بابرہ "شریف" ہو گئی ہے۔ ہماری لا علمی کا اندازہ لگائیں ہم برسوں سے یہ سمجھ رہے تھے کہ بابرہ شریف ہے۔ حالانکہ ہمارے دوستوں کو وہ شروع ہی سے سکرین پر شر --- آفت کا نمونہ لگتی۔ ہم اس کے اتنے بڑے مداح ہیں جتنی بڑی وہ خود ہے۔ پاکستانی فلموں میں اتنا شور ہوتا ہے کہ ہم سوچتے ہیں خاموش فلموں کا دور کب آئے گا؟ بابرہ کو دیکھ کر سوچتے فلم کی سب سے بڑی بچی کب تک بچی رہے گی۔ بالغ تو سنا ہے وہ دس سال کی عمر میں ہو گئی تھی البتہ نابالغ ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا' ایسی بچی تھی کہ ایک بار رات کو اس کی ماں اٹھ کر اس کے باپ سے کہنے لگی "اس کا پتہ کرو یہ آج رو کیوں نہیں رہی؟"

ایک ڈائریکٹر نے کہا "دور سے وہ اب بھی بچی لگتی ہے مگر پھر ------"

پوچھا "مگر پھر کیا؟"

کہا "پھر پاس آ جاتی ہے۔"

بلا شبہ وہ مووی کوئین ہے مگر ہم اسے کہتے نہیں کیونکہ جب سے ہم انتھونی کوئین کی شکل دیکھی ہے ہمارا لفظ کوئین سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔ بابرہ کی خاموشی سننے والی ہوتی ہے۔ انگریزی بولتی ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی کا بولنے کا علاوہ اور کوئی استعمال نہیں۔ ایک بھن فلمی ڈریس ڈیزائنر بنی تا کہ دنیا کو دیکھ سکے یہ اداکارہ بنی تا کہ دنیا اسے دیکھ سکے۔ وہ ڈریس جسے دیکھ کر بندہ پہننے والی کا ایڈریس سمجھ جائے' فلمی ڈریس کہلاتا ہے۔ بابرہ کا زیادہ سے زیادہ خرچہ کم سے کم لباس پر ہوتا ہے۔

وہ سچی اداکارہ ہے یعنی عمر' وزن اور خاوند کے علاوہ کسی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولتی۔ فلمی اداکارہ سکرین پر صرف ایک ہی تو چیز چھپاتی ہے' وہ ہے اپنی عمر۔ پوچھا " اداکارہ

بننے سے پہلے کیا تھیں؟" بولی "خوش تھی۔" وقت ملے تو فارغ نہیں ہوتی جب فارغ ہوتی ہے تو اسے وقت نہیں ملتا۔ سردیاں گرمیاں دونوں پسند ہیں۔ سردیاں گرمیوں میں پسند ہیں اور گرمیاں سردیوں میں۔ ایک زمانے میں جس گلی سے گزر جاتی گلی والے بم ڈسپوزل یونٹ کو فون کرنے لگتے۔ آج بھی میک اپ کئے بغیر تو وہ بیوٹی پارلر نہیں جاتی۔ جو لڑکی کئی بار دیکھنے کے قابل نہیں وہ لڑکی دیکھنے کے قابل نہیں۔ خوبصورت ہونے کے لئے کئی طریقے استعمال کرتی ہے۔ ویسے خوبصورت بننے کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خوبصورت بننے کے طریقوں پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ روسی صدر بورس یلسن کہتا ہے "میں بیوی کی خوبصورتی کے لئے مہنگے میک اپ کی بجائے دیسی طریقہ استعمال کرتا ہوں۔" پوچھا "کیا؟" بولا "میں پی لیتا ہوں اور وہ خوبصورت نظر آنے لگتی ہے۔"

سائنس میں ہر وہ چیز جو جگہ گھیرتی ہے اور وزن رکھتی ہے مادہ کہلاتی ہے' فلم میں اسے ہیروئین کہتے ہیں۔ یہاں ایکسٹرا اور آرڈنری لڑکیاں مل کر ایکسٹرا آرڈنری بن جاتی ہیں۔ بابرہ کہتی ہے میں منصوبہ بندی کرکے فلموں میں ٹاپ کلاس ہیروئین بنی ہوں جس پر محکمہ منصوبہ بندی کے وزیر کو خوش ہونا چاہیے۔ ہماری یہ ٹاپ کلاس ہیروئین اگر ہالی وڈ میں ہوتی تو ٹاپ لیس کلاس ہیروئین ہوتی۔

رنگیلا صاحب نے فلموں میں بڑے مشکل رول کئے۔ ایک فلم میں انہوں نے خوبصورت آدمی تک کا رول کیا۔ بابرہ نے بھی ایک پنجابی فلم میں انجمن کے ساتھ لمبی لڑکی کا رول کیا۔ سب سے زیادہ دیر اس کے قد کی تعریف کرنے میں ہی لگتی ہے جو اکثر طول پکڑ جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک چھ فٹی اداکارہ نے تھیٹر ڈائریکٹر سے کہا "مجھے بابرہ شریف بنا دیں۔" تو اس نے کہا "تم تھیٹر کی بجائے آپریشن تھیٹر جاؤ۔" بابرہ مشاعرہ نہیں شاعری ہے۔ اتنے لوگ سودا کو پڑھنا نہیں چاہتے جتنوں کو سے پڑھنے کا سودا ہے۔

شادی کے بعد خواتین اپنے نام کے ساتھ خاوند کا نام لگاتی ہیں۔ شاید اس لئے آج کل بابرہ شریف شادی نہیں کر رہی کہ پھر وہ شریف نہیں رہے گی یا پھر فلم انڈسٹری

سے منسلک ہونے کی وجہ سے "شادی برد" نہیں ہو رہی جیسے شیخ رشید صاحب نے کہا تھا کہ وہ وزیر بننے کے بعد شادی کر لیں گے۔ کسی نے کہا "پھر کی کیوں نہیں؟" بولے "میں وزیر ثقافت جو بن گیا تھا۔" کراچی کے ایک تاجر نے بابرہ سے کہا' آپ کی شکل میری تیسری بیوی سے بڑی ملتی ہے۔ پوچھا "آپ کی کتنی بیویاں ہیں؟" کہا "دو" ------ وہ جانتی ہے مرد اور موسم بدلتے دیر نہیں لگتی۔ پتہ نہیں کئی برس پہلے اس نے اداکارہ شاہد کی کونسی خامی دیکھتی تھی جو فوراً اس سے شادی کر لی مگر شادی کی انگوٹھی غلط ہاتھ میں پہنی۔ کسی نے وجہ پوچھی تو بولی "مجھے بندہ بھی تو ایسا ہی ملا ہے۔" شاہد کا حافظہ ایسا رہا ہے کہ وہ لڑکیوں کے پیچھے جاتا تو بھول جاتا کہ ان کے پیچھے کیوں جا رہا ہے؟ بابرہ شریف نے دوسرے خاوند کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس کی لکھائی خراب تھی۔ چیک تک تو اس سے اچھا لکھا نہ جاتا تھا۔ اب اس کے پاس صرف یادیں ہیں' ویسے بھولنے کے لئے کچھ نہ ہونے سے کہیں بہتر ہے بندے کے پاس یاد کرنے کو کچھ نہ ہو۔

فلم میں شریف اداکارہ وہ ہوتی ہے جو کسی کو بیوقوف نہ بنا سکے اور جو اداکارہ کسی کو بیوقوف نہ بنا سکے اسے پلاسٹک سرجری کروا لینا چاہیے۔ بابرہ نے "نادان نادیہ" سیریل کی' جس میں وہ نادیہ اور دیکھنے والے نادان بنے۔ آج کل فلم اس لئے نہیں کر رہی کہ کوئی کہانی پسند نہیں آ رہی۔ یوں بھی بقول بشیر نیاز فلم کی کہانی سستی اور ہیروئین کی ساڑھی مہنگی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ فلم لکھنے میں رائٹر کا کاغذ اور قلم کے سوا لگتا ہی کیا ہے۔ اب اسٹیج ڈراموں اور فلموں کا ایک جیسا "حال" ہے۔ ایک سٹیج ڈرامہ نگار کہہ رہا تھا میں اسٹیج ڈرامہ لکھتا ہوں کیونکہ میری بیوی بچوں کو زندہ رہنا ہے۔ مگر میں اپنا لکھا ڈرامہ دیکھتا نہیں کیونکہ مجھے بھی زندہ رہنا ہے۔ جہاں تک آرٹ ڈرامے کا تعلق ہے ایک ڈائریکٹر نے کہا مجھے کامیاب ڈرامہ کرنے کے لئے 300 ایکسٹرا اداکار چاہئیں۔ پروڈیوسر نے کہا "اتنے کس لئے؟ اتنے لوگوں کے لئے تو سٹیج پر جگہ بھی نہ

ہو گی۔" تو ڈائریکٹر بولا "یہ اسٹیج کے لئے نہیں مجھے ہال میں بیٹھنے کے لئے چاہئیں۔" جرمنی کے چانسلر ہیلمٹ شمٹ نے ایک بار یورپی سربراہوں کی کانفرنس کے خاتمے پر کہا تھا "مارگریٹ تھیچر یورپ کے تمام وزراء اعظم میں واحد مرد تھی۔" بشریٰ انصاری نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ میں اپنے گرلز کالج میں واحد لڑکا تھی۔ اسی انٹرویو میں بشریٰ انصاری نے اپنی صحیح عمر بھی بتا دی ہے۔ اب تو ہمیں بھی اس کے خاتون ہونے پر شک ہونے لگا ہے۔ بہرحال بابرہ شریف ہماری ہیروئینوں میں واحد ہیرو ہے۔ صاحب اگر بابرہ "شریف" ہو گئی تو پھر فلموں میں کام کیسے کر سکے گی۔ جیسے ہمارے محلے میں دوکانداروں نے انجمن بنائی جس میں ہر ممبر کو حلف اٹھانا تھا کہ سچ بولیں گے اور پورا تولیں گے۔ 2 دوکاندار بھائیوں میں سے ایک ممبر بن گیا۔ محلے والوں نے دوسرے بھائی سے کہا "آپ بھی ممبر بنیں" تو وہ بولا "میں بھی ممبر بن گیا تو دکان پر سودا کون تولے گا۔"

○ ○ ○

• وفاقی وزیر برائے انسداد وزارت

ہمارے ہاں تو ایک بار وزیر بن جائے وہ پھر اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ سابق وزیر یوں لکھتا ہے جیسے اکثر ایم بی بی ایس کی ڈگری لکھتے ہیں۔ بہبود آبادی کے وزیر جے سالک ایسے وزیر ہیں جو اپنی ہی وزارت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ تو بھلا ہو مولویوں اور مزدوروں کا جو وزارت کو ختم ہونے سے بچانے کے لئے دن رات لگے ہوئے ہیں۔ سالک صاحب نے فرمایا کہ اگلے سال وزارت بہبود آبادی کی ضرورت نہ رہے گی۔ صاحب بہبود آبادی کی ضرورت اس صورت نہ رہے گی اگر آبادی نہ رہے۔ اگرچہ ملکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں خود کو جو ٹھیک کہتا ہے' وہ پاگل ہے۔ بقول پیر پگاڑہ "دیکھتے ہیں پہلے کون جاتا ہے' حکومت یا عوام۔" لیکن اس کے باوجود پچھلے دس سالوں میں ہماری جس پیداوار میں دن دگنا رات چوگنا اضافہ ہوا ہے' وہ آبادی ہی ہے۔

پاکستان میں اتنے بچے ہیں کہ آپ اسے "بچوں کا ملک" کہہ سکتے ہیں' جن کی تعداد روزانہ 8440 کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس ایک دیہاتی مریضہ آئی۔ جس کی شادی کو 12 سال ہوئے تھے اور اس کے دس بچے تھے۔ ہم نے پوچھا "دس بچے کیوں؟" بولی "اس لئے کہ دو سال میرا خاوند جیل میں رہا۔" بچہ وہ ہوتا ہے جسے پتہ نہ ہو کہ کون سی بات کرنے والی ہے' کون سی نہیں۔ اس حساب سے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسمبلی میں بچوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ بچوں کو بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ ان کی بیوی نہیں ہوتی' صبح اٹھ کر شیو نہیں کرنا پڑتی' ان کے سب کے ساتھ اچھے تعلقات ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے کسی کو رقم ادھار نہیں دی ہوتی۔ البتہ بچہ ہونے میں یہ ڈرا بیک ہے کہ ہر وقت ساتھ کوئی نہ کوئی بڑا ضرور ہوتا ہے۔ آپ بچوں کی سٹل فوٹو گرافی کر رہے ہوں تو وہ ایک جگہ پر ٹک کر بیٹھتے نہیں۔ زندگی کے پہلے ہاف میں بڑے آپ پر حاوی ہوتے ہیں اور دوسرے ہاف میں بچے۔ ایک بچے نے ہمارے ایک وفاقی

وزیر سے کہا "انکل! آج کل تو بچہ ہونا بڑا بچگانہ کام ہے' ہمیں حکم دیا جاتا ہے' اب کیا کرنا ہے؟" تو وزیر موصوف بولے "میں اس مشکل سے آگاہ ہوں کیونکہ میری بھی شادی ہو چکی ہے۔" بچوں کے خلاف وہی ہو سکتے ہیں جو کبھی بچے نہیں رہے۔ سالک صاحب بھی بچپن میں بچے تھے۔ ان کی والدہ نے بتایا "جب یہ بچہ تھا تو ہم اس کا منہ ہاتھ دھلواتے' اب وہ چھوٹا نہیں رہا' سو منہ ہاتھ خود دھوتا ہے' صرف بعد میں بیسن' صابن اور دیواریں ہمیں دھونا پڑتی ہیں۔" آج کل بچے اتنے زیادہ ہو رہے ہیں کہ لگتا ہے چند سال بعد بعد بچے بڑوں کو سنبھالیں گے۔ ہم نے بچے کم کرنے کے لئے ابھی تک یہی نعرہ لگایا "بچے دو ہی اچھے" ایک سیاستدان جن کے چودہ بچے ہیں' بولے میں بھی اس نعرے سے متفق ہوں۔ میرے بھی دو بچے ہی اچھے ہیں۔ کچھ گھروں کا حال تو اردن کی سرحد کے قریب شام کے گاؤں فرغا کی 110 سالہ دائی خزانہ حسین کے گھر سا ہے۔ دائی خزانہ حسین کی اولاد اتنی ہو گئی ہے کہ اب تو اس کے گھر سے اس قسم کی آوازیں آنے لگی ہیں کہ دادا آپ کی دادی آپ کو بلا رہی ہے۔

بھارت نے آبادی کم کرنے کے لئے راجستھان میں یہ کیا ہے کہ لوکل باڈیز کے الیکشن لڑنے کی صرف اسے اجازت ہو گی جس کے دو بچے ہوں گے۔ یوں وہ بچوں کو سیاست میں لے آئے۔ ہم تو سیاست کو بچوں میں لے آئے ہیں۔ باکسنگ دنیا کا دیانت دارانہ کھیل ہے اور سیاست ذہانت دارانہ۔ سیاست کے کھیل میں تو جیت ہار نہیں ہوتی۔ اس میں جیت ہوتی ہے یا دھاندلی۔ الیکشن اور سیاست میں سب جائز ہے۔ صرف وہ ناجائز ہے جو دوسرا کرتا ہے۔ ذاتی طور پر ہمیں لڑنا ہرگز پسند نہیں' چاہے وہ الیکشن ہی کیوں نہ ہو۔ کہتے ہیں ایک بار شیخ رشید اپنی گلی میں بھاگ رہے تھے محلّہ داروں نے پوچھا "کیوں بھاگ رہے ہو؟" بولے "میں ایک لڑائی ختم کرانے کے لئے بھاگ رہا ہوں۔" پوچھا "کون کون لڑ رہا ہے؟" کہا "میں اور نکڑ والوں کا لڑکا۔" بیوی تک سے لڑنے کے اصول ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک دانشور کہہ رہے تھے "میں جب بھی اپنی بیوی سے

لڑنے لگتا ہوں تو پہلے بچوں کو پارک میں واک کے لئے بھیج دیتا ہوں' اس سے ماشاء اللہ میرے بچوں کی صحت بہتر ہو گئی ہے۔"

URDU4U.COM

ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ اگلے سال سالک صاحب وزارت بہبود آبادی کیسے ختم کریں گے؟ خیر ہمارا کیا ہے؟ ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر مچھروں کو کیسے چل جاتا ہے کہ اب ہمیں نیند آ رہی ہے۔ سالک صاحب باضمیر وزیر ہیں۔ ویسے ضمیر کا سیاست میں کیا فائدہ۔ ضمیر کی تو خوبی ہی یہ ہے کہ یہ وہ کام کرنے سے روکتا ہے جو کام بندہ کر چکا ہوتا ہے۔ سالک ان لیڈروں میں سے ہیں جن میں سے ایک نے کہا تھا "عوام جہاں بھی جائیں' میں ان کے پیچھے پیچھے جاؤں گا۔ چونکہ میں ان کا لیڈر ہوں۔" ان کے ماتحت تو دن رات ان کی وزارت کو بچانے میں لگے ہوئے ہی۔ سیاست نام ہی مسائل کو برقرار رکھنے کے لئے بے قرار رہنے کا ہے۔ سر ارنسٹ بین نے کہا تھا "مسائل کو ڈھونڈنے' انہیں ہر جگہ پا لینے' ان کو غلط سمجھنے اور ان کا غلط حل تلاش کرنے کے فن کو سیاست کہتے ہیں۔" اب تو چیک اور بیلنس کی حکومت ہے۔ حکمران چیک لکھتے ہیں اور عوام بیلنس مہیا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک وزیر نے کہا "پانچ سال میں پاکستان کو سوئٹزر لینڈ بنا دیں گے۔" ہم خوش ہوئے کہ اس کا مطلب ہے کہ پانچ سال بعد حکمران اپنی دولت پاکستان کے بینکوں میں رکھنے لگیں گے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بھارتی حکمرانوں نے کہا کہ 20 سال بعد بمبئی کا معیار زندگی امریکہ جیسا ہو گا تو اس پر امریکی گھبرا گئے کہ اس کا مطلب ہے بیس سال بعد امریکہ کا معیار زندگی بمبئی جیسا ہو گا۔ ایسے ہی "اگلے سال وزارت بہبود آبادی نہ ہو گی" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آبادی ہی نہ ہو گی جس کی بہبود کے لئے وزارت چاہیے۔ دنیا کا سب سے ناکام جرنیل وہ ہوتا ہے جسے اپنے فوجیوں سے پیار ہو اور ناکام وزیر بہبود آبادی وہ ہے جسے اپنی وزارت سے لگاؤ ہو۔ جے سالک کی تو اپنی وزارت سے لگتی ہے۔ اس کے باوجود ہم خوش ہیں کہ ملک میں محکمہ منصوبہ بندی کامیاب نہیں ہو سکا' ورنہ عظیم

 © Urdu4U.com

کرکٹر برائن لارا کی طرح ہم بھی سکوائش کے چیمپئن جان شیر خان جیسے کھلاڑی سے محروم رہتے۔

○○○

- اد ... ھار

ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال صاحب میں دو بڑی خوبیاں ہیں جو کسی اور میں نہیں۔ ایک یہ کہ وہ علامہ اقبال کے بیٹے ہیں اور دوسری یہ کہ علامہ اقبال ان کے والد تھے۔ جاوید اقبال صاحب نے ہمیں بتایا کہ حکومت آبپاشی نظام کی نجکاری کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ اس پر ہمیں یقین نہیں آیا' خاص طور سے اس بات پر کہ حکومت سوچ رہی ہے۔ ہمیں تو حکومت کے کسی عمل پر آج تک یہ شک نہیں گزرا۔ جہاں تک نجکاری کا تعلق ہے' یہ حکومت کی نجکاری ہے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ وہ کہیں گورنمنٹ کو بھی پرائیویٹائز نہ کر دے۔ لیکن جاوید اقبال صاحب نے یہ بات کہہ کر ڈرا دیا ہے کہ اگر پانی کی نجکاری ہو گئی تو پانی کا گلاس پانچ روپے کا ملے گا۔ مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ شیشے کا گلاس کتنے میں ملے گا۔ تاہم ہمیں یہ لگا ہے کہ ہمیں پسینے میں ہی نہانا پڑے گا۔ صاحب نہانے کو پانی نہ ملنے پر اگر کوئی خوش ہو تو وہ کوئی آرٹسٹ ہی ہو سکتا ہے۔ پچھلے برس جب جاپانی فرم نے ہالی وڈ میں واٹر بار کھولا' اس بار میں تمام ملکوں کا پانی پینے والوں کو ملتا۔ فرانسیسی' امریکی' افریقی' عربی لیکن وہاں پاکستانی پانی نہ رکھا گیا۔ جس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ بار میں جو بندہ یہ پانی پی لیتا ہے' وہ بل نہیں دیتا۔ تب سے ہم مطمئن تھے کہ ہمارے پانی کو کوئی خطرہ نہیں۔ روس گرم پانیوں کی تلاش میں آیا اور پانی پانی ہو کر چلا گیا۔ ویسے تو روس میں پانی کی صورت خوب ہے۔ ایک روسی نے بتایا کہ میں نے پانی پینا اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ کہیں مجھے اس کی عادت نہ پڑ جائے۔ جبکہ امریکی سمجھتے ہیں کہ پانی بنایا ہی پینے کے لئے ہے۔ وہاں کی ایک فرم کے ملازمین سارا دن کام نہ کرتے' جونہی پتہ چلتا باس آ رہا ہے' کام میں جت جاتے۔ باس نے ایک دن پوچھا "آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ میں آ رہا ہوں؟" ایک ملازم بولا "ہم خطرے کی بو سونگھ لیتے ہیں۔" اس کے بعد سے فرم

کے باس نے نہانا شروع کر دیا۔ وہاں WaterPolution سے مراد ہفتے کی رات کو غسل کرنا ہوتا ہے۔ ہم پاکستانی تو بڑی "غسیلی" ہیں' اب تو ہم بھی صاف پانی سے ہاتھ دھوتے جا رہے ہیں۔ ہم سے ایک امریکی نے پوچھا "آپ کا پانی صاف ہے؟" ہم نے کہا "ہاں امریکیوں کی نیت کی طرح" تو وہ بولا "پھر مجھے کوک ہی پلاؤ۔" جاوید اقبال صاحب کو خدشہ ہے کہ پانی کے بعد حکومت کہیں ہوا کی نجکاری نہ کر دے۔ اس حساب سے تو ہم جیسوں کو ایک سانس لینے کے لئے گھنٹوں لائن میں لگنا پڑے گا۔ اگرچہ لاہور کی ہوا تو اب ہوا ہو گئی ہے۔ اتنا دھواں ہے کہ میں ایک آرٹسٹ کو جانتا ہوں' وہ جو دیکھتا ہے' وہ پینٹ کرتا تھا اور اس نے تین سالوں سے کچھ پینٹ نہیں کیا۔

صاحب! حکومت آبپاشی نظام کی نجکاری ورلڈ بینک کے کہنے پر کر رہی ہے۔ ہمارے ایک مزاح نگار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "میری پوتی ہوئی ہے اور میں بڑا خوش ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں ورلڈ بینک سے پوچھنا نہیں پڑا۔" صاحب پتہ نہیں ہمارے زمانے میں کیا ہو گا؟ ایک صحافی کے بقول حکومت اور میری بیوی ہمیشہ وہ کرنا چاہتی ہے جو میں افورڈ نہیں کر سکتا۔ صاحب ہم خود ادھار کو اد...ھار سمجھتے ہیں۔ ہم نے ایک بار کہا "بنک ہمارا مقروض ہے' ہم کسی بنک کے مقروض نہیں۔" تو ایک ماہر اقتصادیات بولے "کی نہ تم نے غریبوں والی بات۔" پچھلے دنوں ہمیں بینک کی طرف سے لیٹر آیا دوست بنک مینیجر ہے' لکھا تھا "ہم پھر آپ کو لیٹر بھیج رہے ہیں اب تک لیٹرز پر سو روپے خرچ آ چکا ہے یہ بتانے کے لئے کہ آپ کے بینک میں پچاس روپے ہیں۔" لیکن ہم جب صبح اٹھ کر اخبار پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے ہم ورلڈ بینک کے مزید مقروض ہو چکے ہیں۔ ہمارے ہاں تو وہ بچہ جس نے ابھی پیدا ہونا ہے وہ بھی چھ سات ہزار کا مقروض ہے۔ ڈاکٹر پتہ نہیں خون کے دل سے نکلنے کے عمل کو کیا کہتے ہیں' ہم اسے قرض مانگنا کہتے ہیں۔ یہ دو لفظوں سے مل کر بنتا ہے قرض اور مانگا۔ اس سے تو صرف مانگنا ہی بہتر ہے۔ پچھلے دنوں حکومت نے بھکاریوں کو پکڑنے کی مہم شروع کی تھی

تو انہوں نے کہا "ہمیں کیوں پکڑا جا رہا ہے' ہم بھی تو وہی کام کرتے ہیں جو ہماری حکومت کرتی ہے۔" فقیر کہتے ہیں "پولیس ہمیں مانگنے والے سمجھ کر پکڑ تو لیتی ہے پر تھانے جا کر پتہ چلتا ہے' مانگنے والے کون ہیں؟" ویسے بھی جب آپ کسی پولیس والے کو اپنی ہی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دیکھیں تو اس کا مطلب ہے' سردی بہت سخت ہے۔

URDU4U.COM

حکومت کے پاس پیسے بچانے کے جتنے طریقے ہیں' سب مہنگے ہیں۔ دنیا میں صرف ایک چیز ہے جو دولت سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ وہ ہے غربی۔ فرانسیسی وزیر زراعت فلپ ویئرٹر کہتا ہے "ہماری قومی شناخت روٹی ہے اگر یہ نہ ہوتی تو ہمیں پتہ بھی نہ ہوتا کہ ہم کون ہیں۔" پہلے ہم اتنے غریب تھے کہ دال روٹی کھاتے' اب اس لئے غریب ہیں کہ دال روٹی کھاتے ہیں۔ بے روزگاری نے یہ دن دکھائے ہیں کہ ایم اے پاس لڑکا کہتا ہے "آپ کے پاس س فقیر کے لئے کچھ ہے' جس کی جیب میں کچھ نہیں سوائے ایک بھرے ہوئے پستول کے۔" پانی میں ساری خوبیاں سیاستدانوں والی ہوتی ہیں جس برتن میں ڈالو اسی کی شکل کا ہو جاتا ہے۔ پانی مہنگا ہو تو انسان سستا ہوتا ہے۔

ہمارے حکمران کہتے رہتے ہیں وہ پاکستان کو پیرس بنانا چاہتے ہیں۔ مشہور فرانسیسی محقق چیکوئس ڈیونڈ کی تحقیق کے مطابق پیرس کے لوگ اس قدر کم نہاتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا' میں نہا رہا تھا جب میری بیوی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ دوسرا بولا "گویا اسے اس موقع کے لئے کئی ماہ انتظار کرنا پڑا۔" ہو سکتا ہے وہ یہ پاکستان کو پیرس بنانے کے لئے کر رہے ہوں۔ اس کے لئے تو پانی روپے کے طرح بہانا پڑے گا۔ آنے والی نسلیں کہیں گی ہمارے دادا اتنے امیر تھے کہ وہ پانی سے نہایا کرتے تھے۔ جاوید اقبال صاحب کو حکومت کی کارکردگی پر پانی پھیرنے کے لئے پانی نہ ملے گا۔ پانی اتنا مہنگا ہو گا کہ سیاستدان الیکشن جیتنے کے لئے عوام کو پانی پانی کرنے کے وعدے کریں گے۔

• ک ... لچر

آج کل ٹی وی کی رعنائیاں اور شیخیاں، رعنا شیخ کی بدولت اور عوام کی بادولت

ہیں۔ رعنا شیخ تو ٹی وی کو اپنا گھر سمجھتی ہیں اور وہی کرتی ہیں جو عورت کو اپنے گھر میں ہی کرنا چاہیے۔ بہرحال ہم نے انہیں قریب سے نہیں دیکھا اس لئے ہماری ان کے بارے میں اچھی رائے ہے۔ البتہ کشور ناہید کی طرح مردوں میں رہ رہ کر ان کی شکل بھی مردوں جیسی ہو گئی ہے۔ کام تو پہلے ہی ایسے تھے لیکن وہ جب سے پی ٹی وی کی ایم ڈی یعنی مینجنگ ڈانسز بنی ہیں انہوں نے مولویوں کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے وہ بچارے ساری رات پی ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں تا کہ کہیں فحاشی اور عریانی کا مظاہرہ ملے تاکہ وہ صبح مظاہرہ کرنے والے بنیں۔

صاحب! فحاشی ختم کرانے کے لئے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے۔ ایسے سین اور پروگرام کئی کئی بار دیکھنے پڑتے ہیں جن پر فحش ہونے کا شک ہو صرف مولویوں کے ہی روزانہ بلکہ روز آنا بیانات سے لگتا ہے کہ ٹی وی دیکھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتے۔ ویسے بھی ڈش پر جو چینل سب سے کم دیکھے جاتے ہیں ان میں برما، چائنہ اور پاکستان ہی ہیں۔ ہم ایک خاتون کے گھر گئے۔ پہلے ان کے ہاں 24 انچ کی ٹی وی تھا آج دیکھا تو 14 انچ کا تھا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو بولی "ہم نے کم ٹی وی دیکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔" باب جان پال دوم نے کہا ہے کہ کم خوراک اور کم ٹی وی روح کی بالیدگی کے لئے مفید ہے۔ یہی نہیں امریکہ میں آج کل بڑا بجٹ بچوں کو جنسی تشدد، اغواء، قتل اور ٹی وی سے بچانے کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ انگلینڈ میں تو بڑے شہروں کے لوگ یہ بتاتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ٹی وی دیکھتے ہیں تا کہ سننے والا یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا سطحی

بندہ ہے۔ لیکن پی ٹی وی کے "فحش" پروگراموں نے ٹی وی کے ناراضگین کو بھی متوجگین بنا دیا ہے۔ ہم نے ایک مولوی سے پوچھا "ذرا فاشی کی تعریف تو بتا دیں۔" بولے "کس مائی کے لال میں جرات ہے کہ پاکستان میں فاشی کی تعریف کر سکے۔" نارمن ڈورس نے کہا تھا کہ کسی بندے کو یہاں تک کہ سپریم کورٹ کو بھی نہیں پتہ فاشی کسے کہتے ہیں؟ ہم نے مسرت شاہین سے پوچھا "فاشی کسے کہتے ہیں؟" تو وہ منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ سلطنت اومان میں تو محکمہ مذہبی امور نے عورتوں کے اونچی ایڑھی کے جوتے پہننے پر پابندی لگا دی ہے کہ اس سے فاشی پھیلتی ہے۔ ہمارے ہاں پشتوں فلموں کی اداکاراؤں کے موٹے ہونے پر پابندی ہونا چاہیے کہ اس سے بھی فاشی پھیلتی ہے۔ ہمارے ہاں تو کسی سیاستدان کا وزن بڑھ جائے تو کہتے ہیں کہ کرپشن پھیل رہی ہے۔ ہم نے ایک صاحب سے پوچھا "فلموں میں جو کلچر دکھایا جاتا ہے وہ کلچر کہاں ملے گا؟" بولا "فلم اسٹوڈیو ز میں۔" کچھ فلموں میں تو ہیرو ہیروئین نے جو پہنا ہوتا ہے اسے دیکھ کر لگتا ہے وہ فلم کے سیٹ پر نہیں جنت میں ہیں۔ ایک صاحب نے ہم سے پوچھا "تم نے بیس کلو آلو کبھی دس کلو کے توڑے میں دیکھے؟" عرض کیا "میں پشتو فلمیں نہیں دیکھتا۔" پہلے تو ٹی وی ڈرامے ایسے ہوتے تھے۔ یاور حیات کے سیریل "جھوک سیال" میں ایک ریپ سین تھا۔ کابینہ میں سوال اٹھا کہ رات ڈرامے میں اتنا بیہودہ ریپ سین کیوں دیکھا گیا؟ جس پر بھٹو صاحب نے کہا آئندہ ایسا ریپ نہ دکھایا جائے جو بیہودہ ہو۔

ہمیں کلچر کی کیا سمجھ آنی ہے ہم نے جب مونا لیزا کی مسکراہٹ والی تصویر دیکھی تو ہمیں یہی لگا ایک رپورٹر سیاست دان کی بات سن رہی ہے۔ مانا ہمیں کلچر کی سمجھ نہیں لیکن ہم یہ بات کسی کو بتاتے نہیں لوگ سمجھنے لگتے ہیں ہمارا تعلق کلچرل منسٹری سے ہے۔ البتہ پی ٹی وی دیکھ کر پتہ چلا کہ ہمارا کلچر اتنا بلند ہے کہ اس کی زمین چھت سے شروع ہوتی ہے۔ ثقافتی طوائفے جو کرتے ہیں اس سے اس کا یقین بھی ہو جاتا ہے۔ بقول ریما طوائف کسی عورت کا نام نہیں یہ تو ایک کیفیت ہے جو مرد پر بھی آ سکتی

ہے۔ بہرحال بے قول پی ٹی وی' کلچر ڈانس کے بغیر ایسا ہی ہے جیسے ریما بغیر ڈانس کے۔ مختصر ترین ڈانس بولنا ہے۔ جس میں آپ حرکت نہیں کرتے' آپ کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ ڈانس دیکھ کر ہمیں یہی لگتا ہے ڈانسرز ڈانس نہیں کر رہے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شازیہ خشک نے کہا "ایک ڈاکٹر نے مجھے رقص کرنے سے منع کیا ہے؟" عرض کیا "اس نے آپ کا ڈانس دیکھ لیا ہو گا۔" بھنگڑا چڑھت سنگھ کے دور میں شروع ہوا جو رنجیت سنگھ کے بھی باپ کا باپ تھا۔ اس دور میں سکھ لوٹ مار کرکے بھنگ پی کے جو رقص کرتے اسے بھنگڑہ یعنی بھنگ ڑہ کہا جاتا۔ مولانا نورانی کا تو کلچر کا تلفظ یوں کرتے ہیں کہ یہ ک...لچر لگتا ہے ان کو تو پی ٹی وی دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے ٹی وی' پی لی ہے۔ پاکستان کے جو بڑے بڑے ڈانس ڈائریکٹر گزرے ہیں ان میں ہمیں صدر ضیاء الحق اور ذوالفقار علی بھٹو پسند ہیں۔ کسی نے کہا انہیں خود ڈانس نہ آتا تھا وہ تو نچاتے تھے۔ عرض کیا مصور پاکستان کو بھی مصوری نہیں آتی تھی۔ کچھ تو کہتے ہیں پاؤں بنے ہی ڈانس کے لئے ہیں۔ چلنے کے لئے بنائے جاتے انسان کے پاؤں نہ ہوتے کھر ہوتے۔ مولوی آج مخلوط ڈانس اور مخلوط تقریبات پر اعتراض کرتے ہیں۔ مخلوط حکومت پر پتہ نہیں کیوں نہیں کرتے۔ اب ٹی وی ڈراموں اور اشتہاروں میں بس یہ فرق رہ گیا ہے کہ اشتہار کا اختتام المیہ نہیں ہوتا۔ ہم مغرب کی تقلید کر رہے ہیں دوسرے لفظوں میں ہم نے مغرب کو آگے لگا رکھا ہے۔ وہاں کے کلچر اور ہمارے ہاں میں اتنا فرق ہے کہ یہاں لڑکیاں یونیورسٹیوں کالجوں میں جا کر M.A. کرتی ہیں وہاں وہاں سکولوں میں ہی MA بن جاتی ہیں۔ ان کی تقلید میں ٹی وی نے دوپٹہ کو دو...پٹہ سمجھا لیا اور چادر کو چا...در بنا دیا۔ رعنا شیخ سے کہا جائے کہ وہ پروگرام نہ چلائیں جن سے مولوی کو رات بھر جاگنا پڑے تو وہ یوں ہنستی ہیں کہ پتہ نہیں چلتا ان کا قہقہہ قینچی والے "ق" سے لکھنا ہے یا دوسرے "ک" سے۔ البتہ ٹی وی کو فیملی نیٹ ورک بنانے کے لئے پروڈیوسروں کی ذاتی بیویوں' بیٹیوں' بیٹوں کو ٹی وی سے

وابستہ کیا جا رہا ہے تا کہ فیملی ٹی وی بنایا جا سکے۔ کلچر شوز پر پی ٹی وی کی مینجنگ ڈانسر نے جو خرچہ کیا ہے اس پر ہماری حالت اس بابے کی سی ہے جسے اس کا کلچر زدہ پوتا پوتی آرٹ میوزیم دکھانے لے گئے۔ بابے نے ساری عمر مٹی کے برتن بنائے تھے وہ خاموشی سے سب دیکھتا رہا۔ اس کی پوتی نے ایک بڑی تصویر دکھا کر کہا "بابا یہ تصویر دس لاکھ کی ہے۔" بابے نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور دیکھ کر بولا "یہ تو ایک خاندان ہے۔" پوتا بولا " ہاں!" دادا نے پھر کہا "اس میں ماں اپنے اور مرغی کے بچوں کے ساتھ ٹوٹی چارپائی پر بیٹھی ہے لیکن یہ سڑک پر کیوں بیٹھی ہے؟" پوتی نے کہا "بابا یہ بہت غریب ہے اس کے پاس جھونپڑی بنانے کے لئے پیسے نہیں۔" تو بابا حیرانی سے بولا "اس کے پاس پیسے نہیں تھے تو پھر اس نے اتنی مہنگی تصویر کیوں بنوائی؟"

○○○

• مس فٹ

لیجئے صاحب! انیتا "عیوب" کے بعد قتیل "سپائی" نے بھی ایک انٹرویو میں کہہ دیا کہ میں پاکستان میں مس فٹ ہوں۔ انیتا نے جب یہ کہا تھا تو ہم نے اسے مس بھی مان لیا تھا اور فٹ بھی۔ قتیل صاحب اور انیتا میں یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں بھارت میں اپنی شاعری بیچتے ہیں۔ بالترتیب الفاظ اور اعضاء کی۔ انیتا نے تو ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ میں اس سے شادی کروں گی جسے لطیفے پسند ہوں۔ ہمیں یقین تھا جسے لطیفے پسند ہوں گے وہی اس سے شادی کرے گا۔ وہ مس تو وہاں فٹ ہے' ہمیں قتیل صاحب کی سمجھ نہیں آئی۔ شاعری کو سمجھنا اس کی شاعری کو سمجھنے سے مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے فنکار' شعر کار' گلوکار وہ سب جن کے ساتھ کار ہوتی ہے۔ بھارت میں ہوتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں ویسے تو جب تک وہ وہاں ہوتے ہیں ہم بھی یہاں بڑے خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے بیشتر شعراء بیرون ملک مشاعروں کے باعث بڑے شاعر بنے' یہ ان کا بڑا پن ہی ہے کہ وہ کئی کئی ماہ پاکستان میں نہیں آتے تا کہ پاکستان میں ادب کو فروغ ملے۔ قتیل صاحب نے کہا ہے حکومت بھارت سے آلو خرید سکتی ہے تو وہ اپنی شاعری بھارت کو کیوں نہیں بیچ سکتا۔ واقعی ہماری آلوؤں کی سالانہ پیداوار شاعروں کی سالانہ پیداوار سے کم ہے پھر بھارت میں قتیل صاحب کے شعروں کی اتنی ہی مانگ ہے جتنی ہمارے ہاں آلوؤں کی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ قومی سطح پر قتیل صاحب کی شاعری بھارت بھجوا کر وہاں سے آلو منگوائے۔

ہمارے بہت سے شاعر اس لئے شاعر ہیں کہ ان کا مجموعہ کلام نہیں چھپا وہ جو مشاعروں کو لوٹتے ہیں ان کا کلام چھپے تو لگتا ہے وہ لٹ گئے ہیں۔ ایک فلمی شاعر نے اپنا مجموعہ کلام نقاد کو پیش کرتے ہوئے کہا میں نے اپنے آدھے گیت رد کر دیئے اور آدھے مجموعے میں شامل کر دیئے۔ نقاد نے مجموعے کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا یہ آپ

نے بہت اچھا کیا۔ پڑھنے والوں کو سہولت ہو گی انہیں بھی آپ کے آدھے گیت ہی رد کرنے پڑیں گے۔ ہمارے ایک جاننے والے شاعر بغیر نقطوں والے شعروں پر مشتمل دیوان تیار کر رہے ہیں ابھی کل ہی ہمیں وہ یہ بے نقط سنا کر گئے ہیں۔ آج کل لوگ دیوان یوں اور اسی مقصد کے لئے چھپواتے ہیں جس مقصد کے لئے پہلے وزٹنگ کارڈ چھپواتے تھے لیکن قتیل "سپائی" محسن "بھونچالی" کی طرح غیر فطری فعل ہے۔ قتیل صاحب دانشور ہیں ان کے پاس ہر حل کا ایک مسئلہ ہے پہلے افسانے لکھتے تھے پھر ان کے افسانے لکھے جانے لگے۔ جوانی میں ایک بار ایک صحافی کے یہ کہنے پر غصے میں آ گئے کہ کیا آپ شاعر ہیں؟ ہم نے عرض کیا اس میں غصے والی کونسی بات تھی؟ بولے "اس نے یہ بات میری شاعری سننے کے بعد کہی تھی۔" ایک بار ہم نے کہا "قتیل صاحب ایک تحقیق آئی ہے جس کے مطابق سب بڑے شاعر اونچا سنتے ہیں" تو بولے "کیا کہا؟ سمجھ نہیں آئی ذرا اونچا بولو۔" اگر وہ کہیں کہ منیر نیازی مجھ سے بڑے شاعر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ منیر نیازی کی عمر بتا رہے ہیں۔ وہ اچھے وقت کا انتظار کرنے کی بجائے وقت کو اچھا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ گیت لکھنا ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے بائیں ہاتھ کا کھیل اور ہے۔ وہ کلاس کے شاعر ہی نہیں گلاس کے شاعر بھی ہیں۔ آج کل ان کی سوانح عمری چھپنے والی ہے۔ جوانی میں کبھی رات کو اپنے گھر سے نہ نکلے اگر نکلے تو اپنے گھر سے نہ نکلے۔ بھارت کے لئے شاید اس لئے گیت لکھتے ہیں کہ بھارت پاکستان کے گیت گائے۔ بچوں کو چپ کرانے کے لئے چوسنی اور بڑوں کو چپ کرانے کے لئے پرائڈ آف پرفارمنس دیا جاتا ہے جس میں پرفارمنس صرف دینے والوں کی دیکھی جاتی ہے۔ پرائڈ آف پرفارمنس میں خاص بات یہ ہے کہ اس کے سپیلنگ دیکھو تو شروع ہی "پی آر" سے ہوتا ہے۔ اکا...ڈمی ادبیات کے ڈائریکٹر ایکٹر افتخار عارف نے تو سنا ہے سازندے کو ادب کا اور ایک ادیب کو سازندوں والا پرائڈ آف پرفارمنس دلوا دیا تھا۔ اس مرتبہ شعیب ہاشمی صاحب کو یہ ایوارڈ ملا بقول انیس

ناگی یہ انعام اس کو ملا ہے جس نے تیس سالوں میں کچھ نہیں لکھا۔ ناگی صاحب وہ نقاد ہیں اگر ان کا نام یہ نہ بھی ہوتا تب بھی لوگ انہیں ناگ...ی ہی کہتے۔ صاحب تیس سالوں میں جس نے کچھ نہیں لکھا اس کا اس سے بڑا ادب پر اور کیا احسان ہو سکتا ہے اسے تو انعام ملنا ہی چاہیے۔

URDU4U.COM

قتیل صاحب نے تیسری شادی اس وجہ سے نہیں کی جس وجہ سے مولانا عبدالستار نیازی نے دوسری شادی نہیں کی۔ ان کی ازدواجی زندگی ایسی ہے کہ نوبت کبھی شعر و شاعری تک نہیں پہنچی۔ ہم ایک بار محبت اور شادی پر ایک کتاب پڑھنا چاہ رہے تھے تو ہمیں پتہ چلا اس کے لئے ہمیں علیحدہ علیحدہ دو کتابیں خریدنا ہوں گی جیسے ہم ایک شریف سیاستدان سے ملنا چاہتے تھے تو اس لئے ہمیں دو آدمیوں سے ملوایا گیا۔ قتیل صاحب حسن کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں اردو میں اسے حسن سلوک کہتے ہیں۔ قتیل صاحب نے جتنے عشق کئے سچے کئے انھوں نے تو جھوٹ موٹ کے عشق بھی سچی مچی کئے۔ اپنے والد کی بجائے میر تقی میر کے والد کی نصیحت پر عمل کرتے رہے جس نے کہا تھا "بیٹا عشق ضرور کرنا" یوں ہری پور کا اورنگزیب' عالمگیر نہ سہی اورنگزیب بالمگیر بن گیا۔ عشق میں جو ناکام ہوتا ہے وہ شاعری میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو عشق میں کامیاب ہو جاتے ہیں وہ جب دس بچوں کے جوتے لینے بازار جاتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں اس سے تو بہتر تھا محبوبہ بیوفا نکلتی۔ قتیل صاحب کی محبت کا اپنا رنگ ہے لگتا ہے محبت نہیں کر رہے رنگ کر رہے ہیں۔ ان کی فلمی شاعری ادبیت کی وجہ سے مشہور ہوئی اور ادبی شاعری فلمیت کی وجہ سے۔ قتیل صاحب کے شعر ان لوگوں کو بھی یاد ہیں جنہیں شاعری سے لگاؤ ہی نہیں شاید اسی لئے یاد ہیں۔ ورنہ تو یہ حال ہے ریل کے سفر کے دوران دو مسافر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا عبدالعزیز خالد کے شعر کسی کو یاد نہیں رہتے اگر آپ ان کے پانچ شعر سنا دیں تو میں پانچ سو روپے دوں گا۔ دوسرے نے فوراً خالد کے پانچ شعر سنا دیئے۔ پہلا بہت متعجب ہوا' اس نے جیب میں پانچ سو کا نوٹ نکالا اور شعر سنانے والے حوالے کرتے ہوئے کہا "آپ اپنا تعارف تو کروا دیں۔"

شرط جیتنے والے نے نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے کہا' میں ہی عبدالعزیز خالد ہوں۔ قتیل صاحب کی کتاب "گجر" بڑی بکی' گجروں نے بوجوہ زیادہ خریدی۔ اس کتاب کے اختتام

URDU4U.COM

پر ہم بھی بڑے خوش ہوئے اب تک ہمیں جس کتاب کے اختتام پر سب سے زیادہ پریشانی اور اداسی ہوئی وہ چیک بک تھی۔ قتیل صاحب دہی کے فائدے اس تندہی سے بتاتے ہیں کہ سننے والا سوچتا ہے دہی کے بغیر وہ اب تک تن کر چل کیسے رہا ہے۔

ہم نے ایک شاعر سے کہا کہ آپ اپنے محلے کے غالب ہیں تو وہ بولا کل تک تھا آج میں نے سب کا قرضہ لوٹا دیا ہے۔ قتیل صاحب اردو کے لارڈ بائرن ہیں بس یہ فرق ہے کہ قتیل صاحب محبت اور شاعری روانی سے کرتے ہیں دونوں کاموں میں لنگڑاتے نہیں ہمیں خوشی ہے کہ بھارت کی سرکوبی نہ سہی شعر کوبی تو ہو رہی ہے پھر شعر بیچنا کونسا گناہ ہے ویسے بھی ہم ان گناہوں پر اتنے نہیں پچھتاتے جو ہم نے کئے ہوتے ہیں جتنا ان پر پچھتاتے ہیں جو ہم نے نہیں کئے ہوتے پھر شعروں کے بدلے آلو آئیں گے تو شاعروں کی بیرون ملک ہی نہیں اپنے ذاتی گھروں میں بھی عزت ہونے لگے گی۔

○○○

• ادب کی نصف بہتر

آپ عنوان سے یہ مراد نہ لیں کہ ہم کشور ناہید کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ وہ تو ادب کی مردانہ آواز ہیں۔ منیر نیازی جیسے شاعر کہتے ہیں کہ وہ کشور ناہید سے بیوی کو پردہ کراتے ہیں۔ ہر مرد کے اندر ایک عورت ہوتی ہے اور ہر عورت کے اندر کئی مرد۔ ان کے اندر جو مرد ہیں ان کی تو مونچھیں بھی ملنے والوں کو چبھتی ہیں ان جیسی ایک افسانہ نگار خاتون نے شادی کا اشتہار دیا ساتھ یہ بھی لکھا کہ میں کھانا بھی پکا سکتی ہوں۔ اسے جو ڈاک آئی اس میں دس ملازمت کی اور دو شادی کی پیشکشیں تھیں۔ آپ عنوان سے یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہم عورتوں کے ادب میں سب سے معتبر نام افتخار عارف صاحب کا ہے وہ عورتوں کا اس قدر ادب کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں عورتیں خود کو مرد سمجھتی ہیں۔ وہ جس خاتون کے پاس ایک منٹ کھڑے ہو جائیں اسے اپنا خاوند پہچاننے میں پانچ منٹ لگ جاتے ہیں۔ دراصل ہوا یہ کہ ہم نے ایک فرانسیسی سروے رپورٹ پڑھی ہے جس کے مطابق بڑا شاعر ادیب بیوی سے بڑا ڈرتے ہیں۔ گویا نصف بہتر میں ہی ادب کی نصف بہتری مضمر ہے۔ ویسے تو جو شخص بیوی سے نہیں ڈرتا وہ کوئی غیر شادی شدہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں باس ہے وہ اور معاملات میں بھی جھوٹ بولتا ہو گا۔ ایک انقلابی شاعر نے ایک بار کہا "جوانی میں' کسی آمر کی نہیں سنتا تھا پھر -----" صحافی نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟" بولا "پھر میری شادی ہو گئی۔" حبیب جالب جیسا شخص جو کسی حکمران سے نہ ڈرتا تھا گھریلو حکمران سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ دوبار شادی کے ڈر سے گھر سے بھاگا حالانکہ جالب صاحب کی شاعری پڑھ کر شادی شدہ بندہ بھی بہادر ہو جاتا ہے۔ ایسی شاعری کہ پڑھ کر دماغ دھڑکنے اور دل سوچنے لگے۔ ایک دوست نے ان سے پوچھا "آپ روز رات کو دیر سے گھر جاتے ہیں بیوی سے کیا کہتے ہیں؟" بولے "میں تو کچھ نہیں

کہتا' جو کہنا ہوتا ہے وہی کہتی ہے۔" شاید اسی لئے عورتیں زیادہ بولتی ہیں کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ مرد کم سنتے ہیں۔ ایک امریکی شاعر نے اپنی بیوی کی قبر پر یہ کتبہ نصب کروا رکھا ہے ------ "یہاں میری بیوی محو خواب ہے 13 مئی 1985ء کو پہلی بار اس کی زبان بند ہوئی۔"

URDU4U.COM

شاعری پر شوہری کے اثرات کے حوالے سے ہمارے دوست شاعر کہہ رہے تھے کہ "اصغر گونڈوی کی بیوی چھوڑ گئی تو اس نے تفکرات کو شاعری میں ڈبو دیا۔ میری بیوی چھوڑ گئی تو سارے تفکرات ساتھ لے گئی۔" ملٹن کی شاعری کا دو تین جملوں میں اجمالی جائزہ یہ ہے کہ اس نے شادی کی اور "جنت گم گشتہ" لکھی اور جب اس کی بیوی مر گئی تو اس نے دوسری کتاب "جنت کی بازیافت" لکھی حالانکہ اپنی بیوی کو شاعر ادیب اتنا ہی دیکھتے ہیں جتنا اپنی کتاب خود پڑھتے ہیں اور اگر وہ اپنی کتاب پڑھ بھی رہے ہوں تو یقین کر لیں غلطیاں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ ذاتی بیوی کو بھی وہ اسی کتابی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جوش صاحب ایسے شاعر تھے کہ وہ جس مشاعرے میں ہوتے ہیں وہ پرجوش ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا "آپ کو اتنی داد ملتی ہے کبھی کوئی فقرہ سننے کی خواہش دل میں رہی؟" بولے "ہاں! خواہش ہے کہ بیوی کبھی یہ فقرہ کہے ------ نہیں! یہ مہنگا ہے۔" رسول حمزہ توف جب عالمی ادبی کانفرنس کے موقع پر اسلام آباد آئے تو محمود احمد قاضی نے کہا "آپ فیض صاحب کے دوستوں میں سے ہیں پھر آپ کی کتاب "میرا داغستان" بھی ہم نے پڑھ رکھی ہے جس بنا پر ہمیں آپ سے بے پناہ عقیدت ہے۔" اس کے جواب میں رسول حمزہ توف بولے "لیکن میری بیوی کی رائے آپ سے مختلف ہے۔" اقبال ساجد صاحب ایک بار نشے میں ایک شاعرہ کو اپنی بیوی سمجھ بیٹھے' کہنے لگے "شکل دے دھوکا ہوا تھا لیکن اس نے اتنی سنائیں کہ مجھے یقین آنے لگا کہ یہ میری ہی بیوی ہے۔" شاعر ادیب اپنی بیویوں سے زیادہ امید سے ہوتے ہیں۔ ضیاء الحق کے دور میں دو جیالے شاعروں کو سزا ہوئی تو جیل میں ایک نے دوسرے سے پوچھا "تمہیں

کتنی قید ہوئی؟" وہ بولا "تین سال" تو دوسرا بولا "پھر تم بستر دروازے کے قریب بچھاؤ مجھے چار سال قید ہوئی ہے میں اپنا بستر پیچھے بچھاتا ہوں۔" ویسے دنیا بھر کے شاعر ادیب اپنی بیوی سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا سسر کی بیوی سے۔ زخمی کانپوری کہتے ہیں میری بیوی اچھے خاندان ہی سے نہیں آئی بلکہ اچھا خاندان ساتھ لائی۔ کہتے ہیں شادی سے پہلے عدیم ہاشمی صاحب نے کہا تھا کہ میں اپنے جیسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو اس پر ایک نقاد نے کہا' آپ کی سوچ بڑی مختلف ہے ورنہ ہر کوئی کسی حسین و جمیل لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے ایک ممتاز شاعر نے اپنی بیوی سے کہا:

"عورتیں موڈی ہوتی ہیں' آپ سنجیدہ معاملات میں ان پر اعتبار نہیں کر سکتے وہ میچور نہیں ہوتیں۔" تو وہ بولی "مجھے طلاق چاہیے۔" پوچھا "کیوں؟" بولی "مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری شادی ایک عورت سے ہو رہی ہے۔"

صاحب! ان کی ابھی تک طلاق نہ ہونے کی چار وجوہات ہیں۔ آپ پوچھیں گے کون کون سی تو صاحب "تین بیٹیاں اور ایک بیٹا۔"

باب ہوپ سے کسی نے پوچھا "بیوی ضروری ہے یا پتلون؟" تو وہ بولے "بندہ بہت سی جگہوں پر بیوی کے بغیر جا سکتا ہے۔" برنارڈشا نے یہ بات ڈرتے ڈرتے بتائی کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ بیوی کو وہ خط نہ مل جائے جو میں پوسٹ کرنا بھول گیا ہوں اس سے ڈرتا ہوں کہ بیوی کو وہ خط نہ مل جائے جو میں جلانا بھول گیا ہوں۔ بیوی کو بچوں کے علاوہ اپنی اور کسی تخلیق کو سمجھنے کا موقع دینا اسے ہم راز بنانا ہے اور بیوی کو ہمراز بنانا دراصل اسے بیوی سے خاوند بنانا ہے۔ بہرحال شادی ایسا کام ہے کہ بیوی سے پوچھے بغیر نہیں کرنا چاہیے۔ ہم بیشتر شاعروں کی اس لئے عزت کرتے ہیں کہ ہم انہیں ملے نہیں اور کئی شاعروں کو اس لئے بڑا شاعر سمجھتے ہیں کہ ان کی شاعری ہمیں سمجھ نہیں آئی لیکن بیوی سے شاید اس لئے ڈرتے ہوں کہ بیوی ان کی شاعری کو بھلے نہ سمجھتی ہو انہیں تو سمجھ گئی ہوتی ہے۔ اسی لئے آئن سٹائن نے کہا تھا: "میرا نظریہ اضافیت بہت مشکل چیز ہے' بہت کم لوگ اسے سمجھ پاتے ہیں خود میری بیوی اسے

نہیں سمجھ سکی۔" پھر مسکرا کو بولے "لیکن وہ اس سے بھی مشکل چیز کو سمجھتی ہے؟ "وہ کیا؟" کسی نے پوچھا۔ بولے "وہ مجھے سمجھتی ہے۔"

URDU4U.COM

****

دُعاگو
شاھدریاض
shahid.riaz@gmail.com